

رسائل
۵۴۸

رجسٹرڈ نمبر ایل ۳۷۸

رجسٹرڈ نمبر ایل ۳۷۸

اسلامی دنیا
بدایوں

چیف ایڈیٹر
حسن افضل بدر

(مطبوعہ شانتی پریس بدایوں)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را در محفل خود راہ مدہ ہمچو منے را

جلسہ ہائے مزار حضرت شہید ثالث علیہ الرحمۃ کے موقع پر یہ ہیچدان بھی حاضر ہوا تھا اور میرے بعض مخلص کرم فرماؤں نے مجھ سے خواہش کی کہ ایک کاغذ جس پر میرے اکثر محترم بزرگوں اور احباب کے دستخط تھے میں بھی اپنے دستخط کر دوں۔ میں آج تک پارٹی بندی سے قطعی علیحدہ رہا ہوں اور کسی معاملہ میں بغیر سوچے سمجھے دخل نہیں دیتا اور اس کا قائل بھی نہیں ہوں کہ مقتدر اور نامور ہستیاں جس کام میں شریک ہوں میں بھی اس میں دخل دیکر اپنا فرض ادا کروں اس لئے میں نے دستخط کرنے سے تو اپنے آپ کو معذور ظاہر کیا لیکن جب زیادہ اصرار ہوا تو ایک تحریر اسی مطبوعہ کاغذ کے ... پر یہ لکھ دی کہ جس سے کوئی قطعی فیصلہ کتاب شہید انسانیت کے متعلق میں نے نہیں کیا۔ نہ جمہور کی ہمنوائی کی بلکہ یہ لکھ دیا کہ اگر کتاب میں کوئی مضمون خلاف مذہب اثنا عشری ہے اور مسلمات علماء ربانیین اور راسخین کے خلاف درج ہے تو میں اس کے خلاف ضرور آواز بلند کروں گا۔ میں نے بغور پڑھا ہے اور نوٹ بھی لکھے ہیں لیکن کتاب میرے پاس موجود نہیں ہے جب مل جائیگی اور فرصت مل گئی ریویو شائع کروں گا یا ادارہ کو مطلع کرونگا۔ خارجاً یہ سنا ہے کہ اخبار ... میں یہ تمام شائع کیا گیا ہے کہ میں نے اس نظریہ کی تائید یا رد کی ہے جو بہت سے حضرات کے فتوے یا دستخط سے شائع ہوا ہے ایسا نہیں ہے۔ میرا ایک ریویو اسی رسالہ میں عنقریب نظر آئیگا لیکن بحالات موجودہ رسالہ ہذا کے ایک صفحہ پر اگر گنجائش ہو اس لئے یہ اپنا مختصر بیان شائع کرنے پر مجبور ہوں اور حسب وعدہ اگر زندہ رہا تو مکمل ریویو بھی پیش کرونگا۔ میں صرف ناظرین رسالہ اسلامی دنیا کے اطمینان کے واسطے اپنا بیان شائع کرتا ہوں تاکہ غلط فہمی دور ہو۔

محمد لطائف علی حیدری

مکمل ریویو کا اشاعت آئندہ میں انتظار کیجئے۔ کتاب "شہید انسانیت" کے متعلق شیعہ جرائد و روزنامجات میں اس قدر شور و غوغا بلند ہے کہ ناواقف آدمی واقعی حواس باختہ ہو جائے کسی معاملہ کو وہ قومی ہو یا مذہبی، اگر اصلاح طلب ہو اور مصلحین انفرادی حیثیت سے یا جماعتی حیثیت سے اس کی اصلاح کے خواہشمند ہوں تو ضرور اصلاح ہو کر رہتی ہے لیکن اگر اصلاح کے پردہ میں کچھ اور مقصد ہو تو طرفین کو مضرت پہنچنے کا اندیشہ بھی یقینی ہے۔ طرفین سے مراد ہے اصلاح کنندہ افراد یا جماعت اور جس کے نظریہ کی اصلاح مقصود ہو۔ کتاب شہید انسانیت کے مرتب اور مولف تو یقیناً جناب سید العلماء دام ظلہ العالی ہیں لیکن یہ اوّل کتاب ہے صرف ایک ہی شخص کی دماغی کاوش کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ مذاہب مختلفہ کے مشاہیر کے قلمی شاہکاروں کا مجموعہ ہے۔ اس صورت میں نہ اس کتاب کو کسی خاص مذہب کی کتاب کہا جا سکتا ہے نہ کسی خاص عقیدے کی ترجمان ہے۔ بلکہ محسن انسانیت حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت عظمیٰ کے متعلق اپنے اپنے نقطۂ نظر کو ہر شخص نے پیش کیا ہے اور حضرت سید العلماء دام ظلہ العالی کا یہ احسان ہے کہ انھوں نے اس سلک مروارید کو دنیا کے روبرو پیش کر دیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ساری کتاب میں بہت سے مقامات ایسے ہیں جو قابل نظر ہیں اور اکثر جگہ کتابت وغیرہ کی بھی غلطیاں رہ گئی ہیں بعض حضرات نے اپنی تاریخی معلومات کو پیش کیا ہے جو مسلمات کے تحت میں نہیں آسکتے لیکن ان تمام چیزوں کی اصلاح کی واحد صورت یہی تھی کہ کوئی بزرگ یا چند معتمد حضرات ایک مفصل فہرست امور اصلاح طلب کی مرتب کرکے ادارۂ یادگار کو متنبہ فرماتے۔ اور ادارہ اشاعت آئندہ میں ان اصلاحات پر غور و خوض بحث و تمحیص کرنے کے بعد فرو گذاشتوں کو دور کر دیتا اور کتاب ایک مکمل یادگار کی صورت اختیار کر لیتی۔ ایسا نہیں ہوا اور کیوں نہیں ہوا یہ ہم سے نہ پوچھا جائے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو نہیں چاہتے کہ کتنا ہی ضروری کام کیوں نہ ہو ان سے اختلاف رائے رکھنے والا اس کو ہرگز نہ کرے۔ اور وہ خود بھی نہ کریں۔ جن حضرات کے اسمائے گرامی کے ساتھ شہید انسانیت کے خلاف فیصلہ و فتویٰ شائع ہوا ہے ان میں سے اکثر حضرات کے ساتھ مجھے عقیدت خاص ہے اور میں ان کو اپنی قوم کے واسطے مایۂ ناز ہستی سمجھتا ہوں لیکن مجھے یقین کامل ہے کہ تمام حضرات نے جن کے اسمائے گرامی فتوے اور فیصلہ کے سلسلہ میں شائع ہوئے ہیں اس کتاب کو بالاستیعاب ملاحظہ نہیں

سلام

اشرف عبدیتہ قمہ کاراند قرار حضور عالی امیر الامراء ہز ہائینس ... بہادر (آلسن) نواب بہادر آف مرشد آباد بالقابہ

"سرپرست رسالہ اسلامی دنیا"

ہوا عالم جو بیدار آمدِ مہرِ منور سے — فلک گونجا صدائے نعرۂ اللہ اکبر سے
زمیں مقتل کی تپتی تھی جگر پیاسوں کا پھنکتا تھا — نہیں پانی میسر ہے کہا شہ نے یہ خواہر سے
ہوئے بیچین جب آلِ نبی تشنہ دہانی سے — چلے عباسؑ لیکر مشک بس خیمہ کے اندر سے
نمازی سب تھے ہمراہِ رکابِ شاہِ دیں اسدم — ہوئے رخصت جو حضرت عابدِ بیمارِ مضطر سے
چمکتی ذوالفقارِ حیدری تھی برق کی صورت — لعیں سہمے ہوئے ہٹتے تھے پیچھے جان کے ڈر سے
زبانِ شاہ پر تکبیر کا نعرہ جو تھا ہر دم — نہ بڑھتا تھا کوئی بیدین آگے خوفِ سرور سے
ہوئی برپا صدائے الاماں ہر سمت اعدا میں — شقی گھبرا کے سب بھاگے تھے خوفِ ابنِ حیدر سے
کئے وار اس قدر اعدا نے شہ کے جسمِ اقدس پر — نہ آخر رخش پر سنبھلا گیا جانِ پیمبر سے
خیال آیا جو امت کا تو روکی تیغ مولا نے — ہوئے مجبور حضرت ظالموں کے مکر سے شر سے
گرے سبطِ نبی جس دم ہوا غل ہر طرف رن میں — عوض لینے بڑھا شمرِ لعیں زہرا کے دلبر سے
گھرا تھا ماہِ زہرا اس طرح سے فوجِ اعدا میں — جھلکتا نور اک پیدا ہوا بادل کے اندر سے
گھٹا چھائی تھی غم کی ہر طرف سے شاہِ والا پر — صدائے گریہ پیہم آتی تھی قبرِ پیمبر سے

رہے روشن چراغ اسلام کا یا رب قیامت تک
دعا واصف کی ہے ہر دم یہ اُس خلاقِ اکبر سے

دیگر

ہزاروں سے لڑے شہ رن میں ہمت اسکو کہتے ہیں — پلک جھپکی نہ حضرت کی شجاعت اسکو کہتے ہیں
نہ کی کچھ بے دیاری میں خیالِ ظلم کی پروا — سپر تھے دینِ احمدؐ کی حمایت اسکو کہتے ہیں
بہارِ گلشنِ احمدؐ میں آئی تھی خزاں ایسی — اُجاڑا باغ زہرا کا عداوت اسکو کہتے ہیں

نہ غم تھا اور نہ ڈر تھا اپنی بربادی کا بیکس کو ۔۔۔ دیا راہ خدا میں سر سخاوت اسکو کہتے ہیں
گرا دانہ اگر کوئی تو چُن چُن کھاتا تھا مقتل میں ۔۔۔ قدم دشوار تھا رکھنا نمازت اسکو کہتے ہیں
دیا قطرہ نہ پانی کا کسی نے ابنِ حیدر کو ۔۔۔ نہ تھا فریاد رس کوئی مصیبت اسکو کہتے ہیں
ہوا تھا خاتمہ اندوہ و غم کا شاہ والا پر ۔۔۔ دعائے بد نہ فرمائی مروت اسکو کہتے ہیں
فلک رویا تنِ عریاں شہ کو دیکھ کر رن میں ۔۔۔ تھے محتاجِ کفن شبیر غربت اسکو کہتے ہیں

تلاطم میں زمانہ آگیا یوں قتلِ سرور سے
اندھیرا چھا گیا و آصف قیامت اسکو کہتے ہیں

بقیہ مضمون صفحہ ۲ [illegible] فرصت اُن حضرات کو ہو سکتی ہے۔ صرف جسقدر عبارتیں نقل کرکے فتویٰ حاصل کیا گیا ہے اسکے متعلق بھی [illegible] کتاب سے ملا لیا گیا ہے یا صرف کاغذ پر [illegible] دیکھکر فیصلہ یا فتویٰ صادر کیا گیا ہے۔ اس صورت میں حقیقت [illegible] میں ایک زاویہ نشین انسان کی حیثیت رکھتا ہوں نہ اس اعتبار پر کہ میں کسی مقدس مقام پر معتکف ہو کر بیٹھا ہوں بلکہ خدا کے فضل و کرم سے نام و نمود اور شہرت پسندی کی فضا سے قطعی دور ہوں۔ نہ اب تک پیران مریدی کی [illegible] کے مطابق کچھ نہ کچھ [illegible] زندگی عملاً خانہ بدوشی کی زندگی ہے۔ اب جبکہ ۸۳ [illegible] کم ہو گیا ہے اور ایک سخت مرض کا شکار ہو رہا [illegible] عرصہ [illegible] سفر کر چکا ہوں۔ اس سب کے باوجود اقرار صلاح کرتا ہوں کہ جملہ حضرات و واعظین کرام جو حقیقتاً مذہب حق کی تبلیغ و اشاعت میں کوشاں ہیں اُن کے خاک قدم بننے کی بھی مجھ میں استعداد نہیں ہے۔ میں کیا اور میری تحقیق اور تفتیش کیا۔ "شہید انسانیت" خدا کے فضل و کرم سے اردو زبان میں لکھی گئی ہے اور اتنا کہنے میں مجھے مطلقاً تامل نہیں ہے کہ میں اردو زبان جانتا ہوں بولتا بھی ہوں سمجھتا بھی ہوں کسی کتاب میں سے اقتباس پیش کرکے کسی خاص مطلب کو پیدا کرنا اور شئے ہے اور [illegible] کتاب کو پڑھ کر اس کے [illegible] مضامین کی فہرست مرتب کرنا اور بات ہے۔ حضرت سید الشہدا علیہ السلام کے "غسل و آداب طہارت" بجا لانے کے واسطے جو [illegible] ذکر ہے اگر یہ روایت شیعہ حضرات کے یہاں نہ ہوتی تب صرف "آداب غسل و طہارت" بجا لانے کے واسطے اہتمام فرمانا [illegible] خلاف عقل و مذہب نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے بھی سطحی طور پر عبارت پڑھنے کے بعد یہ شبہ پیدا ہوا تھا کہ ایسا کیوں لکھا گیا [illegible] ہے۔ لیکن لکھنؤ کے بعض مقتدر حضرات کی طرف سے ۹۲ سوالات شائع ہوئے۔ اور ان میں اس [illegible] کرنے کے واسطے جو سندیں پیش کی گئی ہیں وہ اگر ضعیف روایات ہی ہوں (حالانکہ ایسا نہیں ہے) تو بھی یہ دعویٰ کہ کسی ضعیف روایت سے بھی ایسا ثابت نہیں ہے بالکل غلط ثابت ہوتا ہے۔ اب یا تو مصنفی حضرات نے اس امر کی جانب توجہ نہیں فرمائی اور یہ دعویٰ کر دیا یا کسی خاص وجہ سے ایسا کیا گیا۔ العلم عند اللہ۔ لیکن مجھے حیرت ہے کہ حضرات علمائے اعلام کثر اللہ امثالہم نے اس کی تائید کس طرح فرما دی۔ روایات یقیناً اُن کی نظروں سے گذری ہوں گی۔ ضعیف ہی سہی اور اُن کی تحقیق کے مرتب وہ ناقابل اعتبار اور ناقابل سند لیکن فتوے کے ساتھ اس قدر لکھنا ضرور تھا کہ بعض ضعیف روایات اس امر کا پتہ دیتی ہیں لیکن یہ قابل اعتبار و لائق توجہ نہیں ہیں۔ ۹۶ سوالات مطبوعہ کے اندر چند مقامات پر توجہ دلائی گئی ہے جیسے امام علیہ السلام کا بخصوصیت کے ساتھ اور آپ کے اعوان و انصار و اہلبیت کا ۳ دن تک پیاسا رہنا ثابت ہے۔ اس صورت میں ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ غسل کے واسطے پانی موجود تھا لیکن معاذ اللہ امام معصوم نے بچوں کی پیاس کی طرف مطلقاً التفات [illegible] ساری کتاب میں کسی ایک لفظ سے بھی مستنبط نہیں ہوتا۔ اگرچہ میں خود اپنی رائے کو کوئی وقعت نہیں دیتا ہوں پھر [illegible] کے نزدیک میری رائے کیا اور میں خود کیا ہوں تاہم ضرور عرض کروں گا کہ وہ مقام جہاں "آداب غسل و طہارت" کا بجا لانا [illegible] گیا ہے یہ ضروری نہ تھا۔ اور آئندہ اشاعت میں اس کو نظر انداز ہی کر دیا جائے۔ کیونکہ اس سے واقعی عوام کو [illegible] غلط فہمی ہوگی اور غیروں کو بجائے "اخلاق و حفظ دین" کے متعلق امام علیہ السلام کا نظریہ سمجھنے میں دھوکا ہوگا کہ پانی تھا [illegible] سے شہید نہیں ہوئے لاکھ ہم کہیں کہ ۳ روز تک پانی بند رہا۔ بچے بلکتے رہے کوئی ایک نہ سنے گا۔ ہم سردست اس قدر درخواست [illegible] سے کرکے اس مقالہ کو ختم کرتے ہیں کہ بزرگوار محترم خدا کے واسطے نیک نیتی کے ساتھ ان معاملہ کی اصلاح کے واسطے کوشش کریں۔ جو راہ عمل اختیار کرو وہ راہ فتنہ و فساد نہ ہو۔ اور جو امور اصلاح طلب ہوں اُن کی اصلاح ضرور ہو۔ آخر میں یہ بانگ دہل یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوں کہ "شہید انسانیت" فرقہ حقہ شیعہ عقائد کی کتاب ہرگز نہیں ہے اور [illegible] ہمارے عقیدے پر اعتراض کرنے والا یتیم العقل ہوگا۔ یہ "شہید اعظم اسلام" کے متعلق اقوام عالم کی تحقیقات اور ان کا مجموعہ ہے اور بس۔ یہ معلوم کرکے مسرت ہوئی کہ اس بحث کا خاتمہ بہ عنوان مناسب ہوگیا۔ الحمد للہ۔

حیدری۔ ۱۴ اپریل ۱۹۴۵ء

عالیجناب جلالتمآب نواب سید خاقان حسین صاحب عارف دہلوی رئیس کانپور نے حضرت قمر ابو العظیمین مدظلہ العالی کے خدمات دینیہ کی قدر فرماتے ہوئے مجھے ایک قطعہ مرحمت فرمایا ہے جو ناظرین اسلامی دنیا کے ملاحظے کے واسطے پیش کرتا ہوں جناب نواب صاحب دام اقبالہٗ کا کلام فارسی کبھی کبھی اسلامی دنیا میں شائع ہوتا رہتا ہے۔ اب علوم مشرقی و مغربی میں ید طولیٰ رکھنے کے ساتھ ما شاء اللہ وہ فارسی اور انگریزی زبان میں بہترین شعر کہتے ہیں۔

خاکسار - بدر چیف ایڈیٹر

دی تکمیل معین ملت بود — ہمت و عزم و تیغ و رائے علیؑ
لیک امروز شہرتِ اسلام — ہست از حضرتِ آغائے قمرؔ

شہید انسانیت

مندرجہ بالا کتاب ہمارے یہاں بغرض ریویو آئی تھی۔ ہم نے اُس کا بالاستیعاب دقت نظر کے ساتھ مطالعہ کیا اور کتاب کو بہر صورت واقعات کربلا کی "انسائیکلوپیڈیا" پایا۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں بھی ہر شے ملتی ہے لیکن مختلف اہل قلم کا زور قلم ابواب مختلفہ پر۔ وہ بھی اس وجہ سے ہے کہ لکھنے والے واقعی اہل قلم حضرات ہیں۔ پھر بھی جماعت مؤلفین نے تمام مضامین کو ہرگز بجنسہ درج نہیں کیا جس قدر ضروری اور مفید مطلب پایا اُس کو درج کیا اور غیر ضروری حصے نظرانداز کردے۔ کبھی نہیں سُنا گیا کہ صاحب قلم نے فریاد کی ہو کہ میرے مضمون کو نکال کیوں دیا کُل کا کُل کیوں نہ لکھا اختلاف کے وجوہ کیوں نوٹس کی صورت میں درج نہ کردئے۔ حق یہ ہے کہ کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہوتا ہے ہر لکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ میں نے جو لکھا ہے وہ بےمثل و بےنظیر ہے۔ اس کا جواب سلف سے آج تک نہیں ہوا نہ ہو سکتا ہے۔ اور زور کہیں کوئی امر خلاف مزاج ہوا بس بھڑک گیا ہے۔ نقل و ترتیب و شہید انسانیت طبع کرا کے نہ تیس تیس ہزار روپیہ ٹھکانے لگایا گیا ہے نہ یہ آخری اور انتہائی کوشش تھی جو اس سلسلہ میں کی گئی ہے۔ کتاب کی تیاری میں جو رقم صرف ہوئی ہے اُس کا زیادہ تر حصہ اسی کتاب کے ذریعہ سے وصول ہو گیا ہے اور رقم ابھی محفوظ ہے جو کسی بڑے اہم کام میں صرف کی جائے گی۔

کتاب بغرض ریویو صرف اس واسطے بھیجی گئی ہے کہ اس اشاعت میں جو کمی رہ گئی ہو وہ آئندہ اشاعت میں پوری کر دی جائے اور جب کتاب سارے ملک سے پسندیدگی و مقبولیت کی سند حاصل کر لے اُس وقت اس کے تراجم دوسری زبانوں میں شائع کئے جائیں جو دنیا کی مختلف زبان جاننے والے اشخاص سے شہید انسانیت کو روشناس کرا دیں اور امید ہے کہ دنیا کا بافہم طبقہ اس محسن انسانیت کے حالات زندگی اور فلسفہ شہادت کا مطالعہ کرنے کے بعد

اپنے واسطے شاہراہ عمل اختیار کرنے کا سبب پیش نظر رہے گا۔ یہی اس یادگار کا مقصد ہے اور اس کے لئے یہ ساری کدو کاوش کی جا رہی ہے۔ اگر کتاب میں بعض اہم عناوین پر بحث نہیں کی گئی ہے تو ارباب قلم کا فریضہ ہے کہ وہ مختلف عناوین کے تحت اپنی علمی تحقیقات قلم بند کر کے ادارۂ یادگار کو بھیجیں۔ آئندہ اشاعت میں اُن کے واسطے جگہ ضرور نکالی جائے گی مناسب ہی معلوم ہوتا ہے کہ تمام حضرات اہل قلم ذرا احتیاط سے کام لیں ثقیل الفاظ سے اپنے مضمون کو زور دار بنانے کی کوشش نہ کریں۔ غیر مانوس محاورات استعمال نہ کریں اور صرف حقائق درج کریں تاکہ کتاب درحقیقت ... کا مجموعہ نہ بن جائے بلکہ تاریخی حقائق کا مخزن اور معدن نظر آئے۔ چونکہ یہ کتاب کسی خاص فرقہ کے واسطے نہیں لکھی گئی ہے اس لئے اس میں کسی خاص فرقہ کے عقائد کا لحاظ کرتے ہوئے بعض اعتقادی چیزیں درج کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ اعتقادات کا تعلق انفرادی یا جماعتی ہو سکتا ہے لیکن کسی فرد یا جماعت کا اعتقاد عام انسانیت کیواسطے حجت نہیں ہو سکتا لہذا حضرت سید الشہدا علیہ السّلام کو کسی خاص قوم اور قبیلہ کا پیرو بنانے کی کبھی کوشش نہ کی جائے۔ جناب جوش ملیح آبادی نے عرصہ ہوا اتفاق کہا تھا کہ :۔

"انسان کو بیدار تو ہو لینے دو۔ ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین" غالباً نہیں بلکہ یقیناً یہ جلسہ ہائے یادگار سے پہلے کی بات ہے اب تو خدا کے فضل و کرم سے دنیا کے ہر گوشہ سے آواز آرہی ہے کہ حسین رہنمائے انسانیت ہیں۔ ہم نے بھی کتاب پر ریویو لکھنے کی کوشش کی ہے لیکن ہماری مجبوریاں اور معذوریاں سنگ راہ ہیں اور ہم اب تک اپنے خیالات کو ضبط تحریر میں نہ لا سکے۔ صرف نوٹس ہمارے پاس موجود ہیں۔ کتاب جو ریویو کے واسطے آئی تھی وہ ایسے سے زیادہ مستحق شخص کو دیدی اب اگر حضرت سید العلما دام ظلہ العالی ایک دوسرا نسخہ بھجوادیں تو ہر صفحہ اور ہر باب کے متعلق جو تنقید اور تبصرہ ہے اس کو لکھ کر پیش کر دیا جائے۔ ہم نے جوش ملیح آبادی کی رباعی کے وزن اور قافیہ پر ایک رباعی کہی ہے جو ہمارے دعوے کی دلیل اور حالات حاضرہ کی صحیح ترجمانی کر رہی ہے۔ وھو ہذا

رباعی

اللہ کے محبوب کے پیارے ہیں حسینؑ	اور فاطمہ کے راج دلارے ہیں حسینؑ
دنیا نے ابھی خواب سے کروٹ لی ہے	ہر قوم پکار اٹھی ہمارے ہیں حسینؑ

خاکسار حیدری

اخبار مدینہ کی چیرہ دستیاں

یزید کے تمسک وار ہر سال محرم کے مہینہ میں اُس کے تزئین تعزیہ داری، مجالس متعلقہ ماتم کربلا ماتم، علم برداری اور دوسرے امور کے متعلق جو عزائے مظلوم کربلا سے متعلق ہوں خوب زہر پاشی کرتے ہیں یہ مفسدانہ اعلانات ہوتی ہے۔ اشتہارات چھاپے جاتے ہیں اور جن اخبارات کا مقصد حیات صرف یہی پروپیگنڈا ہے وہ نظم اور نثر سے اپنے اخبارات اور رسائل کے کالموں کو سیاہ کرتے ہیں۔ کسی شیعی نے انصاف سے کیا جواب دیا تو خیر ورنہ اُن کے نامۂ اعمال کی طرح یہ اخبارات ذی سیاہی باقی رہتے ہیں۔ ایک صاحب ہیں ابوالاسرار رمزی۔ اٹاوی انھوں نے اپنی دلی کدورت کا اظہار ایک نظم کے ذریعہ سے کیا ہے جو اخبار مدینہ کے محرم الحرام ۱۳۶۴ھ کی اشاعت میں درج ہے اسی اشاعت میں ملاحظہ منصوری کی "تعزیہ داری" نامی ایک نظم بھی ہے۔ خدا جانے اس تعزیہ داری سے ان کا مقصد کیا ہے یہ اسی قسم کی اردو ہے جو چند سال سے اس گرانی کے زمانہ میں پیدا ہوگئی ہے۔ بہرحال ہم دو اشعار ابوالاسرار اور منصوری دونوں صاحبان کے جواب لکھتے ہیں خدا کرے اُن دونوں اور مدیر مدینہ ملا کر تینوں کی سمجھ میں آجائے۔

نامہ نگارو! شاعرو! وغیرہ وغیرہ۔ پچھلے سال کے گیارہ ماہ میں تمہاری کتنی نظمیں اور مضامین مسلمین کی اصلاح میں شائع ہوئے اور تمہاری اُس دماغی اور دلی کاوش کا نتیجہ کیا برآمد ہوا۔ یا صرف عزاداری ہی تمہارے تیروں کا نشانہ بننے کے لئے وقف ہیں۔ تمہارے ترکش جب خالی ہو جاتے ہیں تو پھر ڈھونڈھ کر وہی پرانے بوسیدہ زنگ خوردہ تیر تلاش کرکے لاتے ہو۔ اگر تیر نہیں ملتے تو خالی ترکش ہی نشانہ پر لگاتے ہو اور تہی دست رہ جاتے ہو۔ ابوالاسرار خدا جانے کس رعایت سے نام رکھا ہے یہ ان کے والد ماجد نے تو ہرگز نہ رکھا ہوگا خود ساختہ معلوم ہوتا ہے یا صاحبزادہ کی ولادت کے بعد اب ابوالاسرار ہوگئے ہوں گے جو کچھ بھی ہو ہم پہلے اُن کی نظم درج کرتے ہیں پھر اُس پر تبصرہ کریں گے۔

"تعزیہ" (از ابوالاسرار رمزی اٹاوی) دشمن توحید پا ورشرک کا یہ بارگراں // سرفروشی کے مہینے میں ضلالت کا نشاں (۲) کوئی کرتا ہے طواف اور کوئی جھک کے سلام // یہ سمجھتے ہیں کہ اس پنجرے میں ہے روح امام (۳) آہ بیہودہ توہم۔ یہ عقیدوں کا سراب // مرد مومن کا کئے دیتے ہیں ایمان خراب۔ (۴) کیوں نہ ماتم کریں ہم جہل کے سرداروں کا // تعزیہ داروں کا اور تعزیہ برداروں کا (۵) اپنے اسلاف کے اطوار بدل ڈالے ہیں // کپڑے اجلے ہیں مگر قلب و عمل کالے ہیں (۶)

یہ سفیدی بھری قبر جس میں مسلمان نہیں ۔ یہ دھوکا ہوتا ہے کہ تابوت ہیں انسان نہیں۔ فقط یہ ۶
شعر ہیں تعزیہ کی سرخی کے ذیل میں ۔ اب ذرا اگلے ہاتھوں ابوالاسرار صاحب کے تعزیہ کا تبصرہ بھی
ملاحظہ ہو۔ جناب والا یہ توحید تعزیہ بردار کا نام ہے یا جس طرح آپ لوگ خالق کائنات کو مجسم
مانتے ہیں اُس کی توحید کا بھی مجسمہ فرض کرکے اُس کے دوش پر بارگراں رکھ دیا۔ شرک کی تعریف
بھی معلوم ہے یا یوں ہی لفاظی کی عادت ہے جو جا بجا لکھ مارا۔ اگر شرک کے بارگراں سے مراد
خدانخواستہ نقل روضۂ حضرت سید الشہدا علیہ السلام ہے تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ عام طور
پر جو ضریح مبارک کی شبیہیں بڑی بنائی جاتی ہیں اُن کو اُٹھانے کے واسطے مسلمان غیر مسلم
مزدوروں کو لگاتے ہیں اور اس قسم کی ضریحیں سارے ہندوستان میں حضرات اہل سنت
والجماعت بناتے ہیں خداوند عالم اُن کی توفیقات میں اور اضافہ فرمائے۔ چونکہ اُن کے یہاں مذہباً
بھی غیر مسلم کے ہاتھ کی پکی ہوئی شے کھالی جاتی ہے اگر وہ اس کام کے واسطے بھی کہاروں کو
لگاتے ہیں تو قابل اعتراض نہیں ہوسکتا۔ آپ یہ مصرعہ یوں ہونا چاہئے " شرک کے دوش پہ توحید
کا بار گراں [illegible] یہ بالکل صحیح مصرعہ ہوگیا۔ یعنی مسلمان تعزیہ دار اب اس درجہ اپنے مشن میں کامیاب
ہوگئے ہیں کہ مشرکین کو آمادہ کردیا ہے کہ وہ اُس علمبردار توحید کی ضریح کی نقل کو اُٹھانے پر آمادہ ہوگئے
ہیں جس نے علم توحید بلند کرتے ہیں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کردیا اور حضرت اقبال نے
خوب فرمایا ہے " حق [illegible] الا اللہ بسحر نوشت ۔ سطر عنوان نجات ما نوشت" دوسرا مصرعہ بالکل مہمل
اور بے معنی ہے۔ اگر یہ واقعہ ہے کہ یہ مہینہ ابوالاسرار کے نزدیک سرفروشی کا ہے تو مہربانی کرکے
اپنے خاندان کے چند سرفروشوں کے نام شائع کریں جنھوں نے اس ماہ میں سرفروشی کی ہو۔ انشاء
اللہ ایسا ہم تے دم تک نہ کرسکیں گے۔ دین فروشی اور سرفروشی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جو دین
بیچ کر دنیا خرید لرنے کے عادی ہیں اور اپنے اسلاف سے یہی سبق سیکھا ہو اُن سے سرفروشی سے کیا
ربط ہے۔ اگر اپنے خاندان میں سے کوئی سرفروش نہ مل سکے تو اپنے اسلاف میں سے آدھی درجن ہی
کے نام شائع کردیں تاکہ سرفروشی کے معنے سمجھ میں آسکیں۔ "ضلالت کا نشان" بالکل بے ربط سا
معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اس نشان سے مراد وہ شبیہ نشان لشکر حسینی ہے جو مسلم تعزیہ دار ہر سال ماہ
محرم میں بلند کرتے ہیں تو یہ نشان ضلالت ہوا یا یزیدی کردار کو ظاہر کرنے والا۔ ابھی ہم آپ کی سخن
فہمی کی داد دے رہے ہیں اس سے فارغ ہو کر تعزیہ کے متعلق اطمینان بخش بحث کریں گے۔ اگرچہ ہم جانتے
ہیں کہ یہ [illegible] شبیکہ دار اور بنی امیہ کے ہوا خواہ کبھی راہ پر آئے ہیں نہ آئیں گے۔ لیکن ہم "حافظ

وظیفہ تو دعا گفتن است و بس ۔ در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید" پر عمل کریں گے۔

دوسرے شعر میں نشان سے قطع نظر کرکے صرف تعزیہ کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور طواف اور سلام کے بعد تعزیہ کو پنجرہ بنایا ہے اور پنجرہ میں روح امام عالی مقام کو جگہ دی ہے۔ خدا اس بدحواسی پر رحم کرے۔ اے دشمن آل رسول حضرت امام عالی مقام کی شان میں یہ گستاخی اور بے ادبی منتقم حقیقی اس دریدہ دہنی کی سزا دے گا آمادہ رہنا۔ وہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔ ان اللہ یمہل و لا یہمل (القرآن) کیا کبھی دنیا کے پردہ میں کسی تعزیہ دار نے تعزیہ کو پنجرہ اور اس میں روح امام مظلوم کو مقید سمجھا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ میں تمام تعزیہ داروں کی طرف سے بحلف کہہ سکتا ہوں کہ کبھی کسی نے آن واحد کے واسطے بھی ایسا تصور نہیں کیا بلکہ تعزیہ کی تعظیم اور توقیر صرف حکم خدا کے بموجب کی جاتی ہے اور اس کو شبیہ روضہ فرزند رسول سمجھ کر اس کا احترام کیا جاتا ہے۔ تیسرا شعر بے مثل ہے۔ خود اپنے خیال کی رد فرماتے ہیں کہ ایسا توہم جس کا ذکر ہو چکا اور جس کو دہرانے میں مجھے شرم آتی ہے بیہودہ ہے اور ایسا عقیدہ سراب کی حیثیت رکھتا ہے ہمیں اس سے بالکل اتفاق ہے۔ اور کسی مرد مومن کا ایسا نہ عقیدہ ہو سکتا ہے نہ اس قسم کا توہم اس کے دل میں جگہ پا سکتا ہے ہاں ہم کو اس کی خوشی ہے کہ تعزیہ داروں کو آپ نے مومن تو سمجھا اور تعزیہ برداروں سے اُن کا ایمان خراب ہونا آپ کو اچھا معلوم نہیں ہوا تو اب ایمان سے کہہ دیجئے کہ دوران رسالہ میں ایمان کی تلقین کے واسطے آپ نے کتنی نظمیں لکھی ہیں اور اس کی سرخی کیا ہے۔ اب آپ خاموش ہو جائیں گے کیونکہ آپ کو تو صرف تعزیہ سے عداوت ہے سال بھر انسان جو چاہے کرے بس تعزیہ نہ بنائے آپ خوش اور آپ کے اسلاف کی روح شاد کیونکہ تعزیہ کا فلسفہ آپ کی امیدوں پر پانی پھیر دیتا ہے اور بنی امیہ کی ساری کوششیں رائگاں اور یزید اور اس کے امثال کے کردار ناسزا کی کافی تشہیر ہو جاتی ہے۔ آپ کو صرف اس قدر ناگوار ہے ورنہ آپ کو کیا جو چاہے دنیا کرے آپ کی بلا سے۔ چوتھا شعر خاص طور پر داد طلب ہے۔ ابوالاسرار کا راز درون سینہ کھل گیا۔ یہ جہل کے سرداروں کا ماتم دار بنا اور ان کے تعزیہ داروں اور تعزیہ برداروں کا ماتم کرنے پر آمادہ ہی نظر نہیں آتے بلکہ اس پر مصر ہیں کہ ایسا کیوں نہ کیا جائے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت جب جوانان جنت کے سردار کی ماتم دار۔ تعزیہ دار اور اصطلاحی تعزیہ بردار ہے تو ابوالاسرار جہل کے سرداروں کا ماتم کریں گے۔ کریں اور ضرور کریں۔ آج جہل کے سرداروں کا ماتم کریں کل اگر خدا توفیق دے گا جس کی دعا کرتے رہیں تو جہالت جس وقت دور ہو گی سردار جوانان جنت کے بھی ماتم دار اور عزادار بن جائیں گے۔ لیکن ہم

ابوالاسرار کو علامہ شاہ عبدالعزیز کے حوالے کئی دیتے ہیں ممکن ہے ان کے بیان سے ان کا جہل دور ہو جائے اگر اس نسخہ سے مرض جہل دور نہ ہو سکا تو پھر کوئی دوسرا نسخہ تجویز کیا جائے گا۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ شہادت حضرت سید الشہدا علیہ السلام کا اعلان قدرت نے اس صورت سے فرمایا۔ "وہتفت الہواتف بالمراثی ونوح الجن وبکائہم" ہاتف غیبی نے مرثیے پڑھے اور جنوں نے نوحہ و بکا کیا صرف اتنا ہی نہیں بلکہ یہ انتظام اس غرض سے کیا گیا۔ بل بابقاء البکاء والحزن المستمر وتذکر تلک الوقایعۃ الہائلۃ فی امتہ الی یوم القیامۃ" بلکہ بکا اور حزن مستمر کے باقی رہنے کا انتظام خالق کائنات کی جانب سے ہوا ہے اور ان واقعات ہائلہ کا تذکرہ امت حضرت ختمی مرتبت میں قیامت تک باقی رہنے کا بند و بست کیا گیا ہے (سر الشہادتین) جہل کا ماتم دار ابوالاسرار نہیں اُن کو مبارک ہم تو اُن کے ماتم دار ہیں جس کے نوحہ خواں جن و ملک و وحوش و طیور بلکہ جس کے غم سے متاثر کائنات کا ہر ذرہ ہے۔

پانچواں شعر اس سے بھی زیادہ پُر معنے ہے۔ فرماتے ہیں اپنے اسلاف کے اطوار بدل ڈالے ہیں' یہ کس نے تعزیہ داروں' ماتم داروں اور علمبرداروں نے۔ ذرا ان کے اسلاف کی فہرست تو شائع کر دیجئے اور اُن کے اطوار پر روشنی ڈال دیجئے جہل ہی کی سہی۔ پھر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھئے۔ آپ ایسا کبھی نہ کریں گے نہ آپ کے امکان میں ہے کہ ایسا کریں۔ ہم سے سنئے یہ غریب تعزیہ دار' ماتم دار' اپنے رسولؐ کی پیروی کرتے ہیں خدا کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور آپ کی جہالت پر ضرب کاری لگاتے ہیں اسی سر الشہادتین میں حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے دو روایتیں ایک حضرت ام سلمہؓ اور ایک حضرت ابن عباسؓ سے نقل کی ہے کہ دونوں نے خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھا "اشعث اغبر و بیدہ قارورۃ فیہ دم" بال بکھرے ہوئے۔ چہرہ غبار آلود۔ دست مبارک میں خون سے لبریز ایک شیشہ تھا۔ دریافت کرنے پر فرمایا "یہ خون حسین اور اُن کے رفقا کا ہے میں ابھی مقتل حسین سے آ رہا ہوں" یہ واقعہ عاشورہ محرم ۶۱ھ بعد دوپہر کا ہے۔ لیجئے شیشہ کا تعزیہ بن گیا اور اس کے اُٹھانے والے سرورِ کائناتؐ اور خود ماتم دار بلکہ ام المومنین ام سلمہؓ اور حضرت ابن عباسؓ اس سے متاثر اور گریہ کناں نہیں اب تو جہالت سے توبہ کرلو اور تعزیہ کی مخالفت سے باز آؤ ورنہ پھر شفاعت کے امیدوار نہ رہنا۔ چھٹا شعر بھی مہمل اور بے معنے صرف لفاظی ہے اور اس لئے ہے کہ بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔ باقی باقی۔

خاکسار (چیف ایڈیٹر)

حسین ہر قوم کی پیشوائی کے قابل ہیں

(اثر خامہ حقیقت رقم حضرت علامہ ہندی مدظلہ العالی)

دنیا آزاد و خود مختار ہے جس کو چاہے پیشوائی کے لئے منتخب کرے۔ ہم کو مداخلت کا کیا حق ہے
لیکن صحیح فیصلہ تو اسی وقت ہو سکتا ہے جب یہ معلوم ہو جائے کہ انھوں نے جو فلسفۂ زندگی نمایا ہے
وہ تمام انسانوں کی زندگی پر مکمل طور سے اثر انداز ہے اور انسان کی بےچین روح کو تسلی و اطمینان دلانے
کے قابل ہے اس میں انسانی دبے ہوئے جذبات ابھارنے کی پوری قوت ہے۔ تمام انسانوں کو وہ
یکساں طاقتور بناتا ہے۔ تہذیب و شرافت ہر انسان میں پیدا کر سکنے کی اس میں صلاحیت ہے۔ انسان
کو ہر کمزوری سے بچا سکتا ہے۔ ہر موقع و محل پر ہمیشہ اس کی تعلیم انسان کو مدد دے سکتی ہے وہ حقیر
شکایات کے مٹانے اور وسیع النظری پیدا کرنے میں معین ہو۔ صبر و استقلال ایثار و قربانی کی تعلیم دے
دیکھ لو امام حسین نے یزیدی بیمانہ مطالبات کو ٹھکرا کر اقوام عالم کو جو سبق دئے وہ غیر فانی ہیں
یا نہیں۔ فلسفۂ شہادت امام حسین پر اگر غور سے نظر کرو گے تو تم کو زندگی کے ہر شعبہ میں مدد ملے گی۔

جن لوگوں نے اس فلسفہ کو سمجھا وہ بیشک حسینی رنگ میں رنگ گئے۔ کربلا کے بوڑھے، بچے، جوان
آزاد و غلام عورتیں تک حسینی سیرت اختیار کر لینے کے بعد مظہر ذات حسینی بن گئے ہیں۔ جو دوست
دشمن سب سے برابر کا خراج تحسین آج تک وصول کر رہے ہیں اور ہر ایک کی عملی زندگی آنے والی نسلوں
کے لئے سرچشمۂ ہدایت ہو گئی۔ امام کی عملی زندگی نے انسان کے مردہ جذبات میں زندگی کی لہر دوڑا
دی ہے۔

(۱) اموی قید خانوں کے دروازے توڑ توڑ کر قیدیوں نے حریت و آزادی حاصل کرنے کے لئے
اموی تخت و تاج الٹ دیا جس کی ابتدا سلیمان و مختار نے کی اور ہمیشہ جب اس بھولے ہوئے سبق کو دنیا
یاد کرے گی کیسی ضعیف و کمزور ہو اپنی عملی طاقت سے وہ کایا پلٹ دے گی۔

(۲) جو ادیب و شاعر جنگ و پیکار ظلم و استبداد پر قصیدہ خواں تھے اور ادبیت کا انحصار خونخواروں
کی مدح پر ہو گیا تھا۔ شہادت حسین نے انسانوں کی ذہنیت بدل کر مظلومیت و بیکسی کی مدح شعرا کا جز
اور نوحہ و مرثیہ جان ادب بن گیا۔

(۳) ظالم و جبار اپنے تشدد پر فخر و مباہات کرتے اور خدائی اختیارات کا خود کو مالک سمجھتے تھے
کہ وہ ظلم و استبداد پر شرمندہ نہ ہوتے۔ لیکن آج وہی ظالم ظلم کی سو تاویلیں کرتے اور مظلوما [illegible]

میں اپنے مظالم کو حق بجانب ہونے کو پیش کرتے ہیں اور ظالم کہے جانے کو گوارا نہیں کرتے۔

(۴) قانون سیاست میں رعایا کی کوئی آواز نہ تھی، صرف آمریت وحکومت کو خدائی اختیار سمجھتے تھے۔ شہادت امام حسین کے بعد مردہ دل رعایا کو زندگی ملی۔ اب حکومت مجبور ہے کہ ایسے قوانین بنائے جس سے رائے عامہ کو موافق رکھے۔ اور ہر خونخواری کو قومی مطالبے کے نام سے پیش کرے۔ نفسیاتی تغیرات کی کھلی مثالیں ہیں غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ ظالمانہ کارروائیوں میں بھی مظلومیت ہی ترجمانی کا کام کر رہی ہے اور ظلم وتشدد کی وہ مطلق العنانی کی شکست کا اعتراف ہے جو حسینی مظلومیت کا صدقہ ہے۔ دیکھ لو آج بھی حسینی پیغام مظلومیت کے ہندوستان میں محرم کے زمانے میں لوگ پیک بنتے ہیں جن کو احمق قاصد صغریٰ کا نام دے کر بے اعتنائی برتتے ہیں، بڑے بڑے راجہ مہاراجہ والیان ملک نہایت خلوص سے حسینی فقیر بن کر مطلق العنانہ سرمایہ داری سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اس بہانہ سے امام کا سقہ بن کر عقیدت ومحبت کا اعلان کرتے ہیں جن کو بیفکرے مصلحین نظر انداز کرتے ہوئے بے اعتنائی برتتے اور اس تنظیم سے کوئی اخلاقی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ نہ اس حسینیت کے لگاؤ کی قدر وعزت کرتے ہیں۔

(۵) پیشوا کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ قوم کی جہالت دور کرے جو آزادی وحریت وترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ امام نے کربلا کے میدان میں چند گھنٹوں میں اخلاقی، تمدنی وسیاسی، مذہبی ومعاشرتی وہ سبق دئے جس سے جاہل عربوں کی آنکھیں کھل گئیں اور اقوام عالم کے لئے ہر شعبۂ زندگی کا راستہ بنا دیا۔

(۶) خدا کا پرستار اپنی موت وزندگی کو خدائی مرضی پر ڈھال چکا تھا اور پکار پکار کر بتا رہا تھا کہ اس کی قربانی محض خدا کے لئے ہے اس کے سوا کوئی جذبہ قربانی میں ہونا غلط ہے اور وہ قربانی کہے جانے کی مستحق نہیں جو خدائی راہ پر نہ ہو۔ دشمن کا تیر آنے پر بسم اللہ وباللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ کے نعرے مارتے تھے (خدا کے نام اور خدا ہی کے لئے اور دین رسول کی حفاظت کے لئے دشمن کا یہ تیر قبول کرتا ہوں)۔ عاشور کی تمام رات عبادت خدا میں بسر کرتے ہیں ظہر کی نماز دشمن کے تیروں کی بوچھار میں اور عصر کی نماز زیر خنجر شمر ادا کر کے قیامت تک کے واسطے خدائی راز ونیاز کے سبق پڑھاتے ہیں۔

(۷) خدمت خلق انسانی محبت واخلاق کا محیر العقول سبق پڑھاتے ہیں جس کو قیامت تک تاریخ نہیں بھلا سکتی "گوتم رشی" عام حیوانوں کی جان بچانے کے واسطے ایک بے زبان جانور کے عوض اپنی گردن کٹانے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اور آہ بے آب وگیاہ جنگل میں حسین اپنی اور اپنے اعزا واقربا بال

بچوں کی پیاس سے مر جانے کی پروا نہ کرتے ہوئے دشمن کی فوج اور گھوڑوں کی پیاس کی شدت سے زبانیں نکلی ہوئی نہ دیکھ سکے اور سب پانی پلا دیا۔

(۸) یزید کی ٹڈی دل فوج پر ٹوٹ پڑنے کے لئے حسینی جاں نثار بپھرے ہوئے ہیں لیکن حسین ساتھیوں کے مشتعل جذبات پر اس طرح سے قابو پائے ہوئے ہیں کہ جب تک دشمن پیش قدمی نہ کرے ہماری طرف سے آغاز جنگ نہ ہو، مظلومیت وحق وصداقت نوشتہ کئے ہوئے رسولی جنگوں کی تشریح و توضیح فرماتے ہوئے انسانی معاشرت کو پرزور حق دے رہے ہیں کہ معاشرتی انسانی زندگی جنگ و پیکار سے حیوانی زندگی بن جاتی ہے۔

(۹) اقتصادی مشکلوں کے حل کا بہترین سبق امام حسین نے یہ بتایا کہ انسان میں قوت برداشت تحمل وصبر بڑھ جائے اور دنیاوی نعمتوں کے فانی در زوال پذیر بے حقیقتی و کم قیمتی سمجھ میں آجائے دنیا جن چیزوں کو نعمت سمجھے ہوئے ہے اور جس کے لئے مرمٹنے پر اور ہر ہر ذلت اور کمینہ پن پر تلی ہوئی ہے اور اسی کو زندگی کا حاصل سمجھتی ہے اس کو روحانی اور عملی قوت سے بے حقیقت و بے قیمت بنا دے جیسا کہ حسین نے کربلا کے میدان میں تمام مادی طاقتوں کو ٹھکرا دیا۔ اور خود دکھا دیا۔

(۱۰) بین الاقوامی مساوات وبرادری کا رنگ اور چھوت چھات اور ذات پات کی تفریق کو امام حسین نے اس طرح سے مٹایا کہ جناب فضہ کنیز کو اسی عزت واحترام سے وقت آخر رخصت کیا جیسا طرح سے اپنی بہنوں، بھاوجوں کو رخصت فرمایا۔ غلام حبشی کا بوقت آخر سر اسی طرح سے زانو پر رکھا جیسا نوجوان فرزند علی اکبر و جناب عباس کا سر زانوں پر لیا۔ ایک ہی قبر میں پہلو بہ پہلو آزاد وغلام سب دفن ہوئے اور بلا امتیاز سب زیارت گاہ اسلام ہیں۔ قوم وقبیلہ وغلام وآزاد کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔

(۱۱) کیا کہنا حسینی سیاست کا جس کی ہر گتھی کو اپنی قربانی سے سلجھا دیا۔ میاں اوزار و آلات بیشہ بھی رہتے ہیں۔ جھوٹا پروپیگنڈا قوت وعسکریت کے مظاہرے مال وزر کی بارش رشوتیں جاگیریں، مکاری وحیلہ بازی، دھوکا دہی، چاپلوسی وخوشامد وملکی و معاشرتی و مذہبی زندگی میں شریک کر لینا۔ سیاستین عالم کی یہی وہ چالیں تھیں جو ہمیشہ عامل قوم سے چلی جاتی ہیں اور رعایا کی جان عزیز کو قربانی کی چتا پر جھونکا جاتا ہے۔ یہی کھیل عرب کی حکومتیں کھیل رہی تھیں۔ اسلام کی صحیح تاریخیں بتاتی ہیں کہ عرب میں بنی ہاشم و قریش کا وہ سلسلۂ نسب تھا جس کی سرداری جملہ قبائل عرب کو تسلیم تھی۔ امیہ وغیرہ کو اس سلسلۂ نجیب سے کوئی تعلق نہ تھا۔ مستند تاریخیں اور نسب نامے شاہد ہیں۔ مذکورہ قبائل نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر قریشی

سلسلہ میں خود کو شامل کیا جس سے بنی ہاشم ہمیشہ انکار کرتے رہے یہ سب اس لئے ہوا کہ ان منصبوں کا خود کو بھی حقدار قرار دیں جو بنی ہاشم سے مخصوص ہے خلافت رسول پر بھی اسی زور و قوت کی بنا پر قابض ہوئے اُن کے بعد تمام بیت جیالا کی سے علی و آل علی کو جو رسول خدا کے واقعی اور حقیقی رشتہ دار تھے اقوام عرب سے بیگانہ بنا کر ایسا دیکھا دیا کہ وہ علی و آل علی سے اجنبی ہو کر انہیں جالباز یں کو رسول کا قریبی رشتہ دار سمجھنے لگے۔ ..... ایک شہادت یہ ہے کہ ایک شامی گروہ علی کی بابت گفتگو کر رہا تھا اپنے خیالات کا اظہار ہو رہا تھا۔ سامنے سے ایک بوڑھا شامی نمودار ہوا۔ سب نے اس کو بلا کر علی کی شخصیت کی بابت سوال کیا۔ بوڑھے نے کہا میں علی سے خوب واقف ہوں۔ علی فاطمہ کا باپ عائشہ کا بیٹا تھا۔ مکہ کے ..... اکر مدینے میں بیچتا تھا۔ رسول کے ساتھ جنگ احد میں مارا گیا (مروج الذہب مسعودی) خاندان رسالت کی شخصیت کو نومسلموں میں اس طرح مٹایا جا رہا تھا صرف اس لئے کہ قانونی وراثت عرب کی بنا پر علی و آل علی کو بے حق کر دیں اور رسول کے وارث بن جائیں۔ اس جھوٹے پروپیگنڈے کی بدولت بے تعلق لوگ رسول کے قرابت دار اور وارث بن کر سالہا سال علی و آل علی کو منبروں پر مسجدوں میں گالیاں دینا فرض سمجھتے تھے۔ قتل حضرت عثمان کا سازشی الزام علی و آل علی پر رکھ کر جاہل عربوں کو مشتعل کیا گیا اور دشمنان آل رسول و دین رسول کے واسطے خزانے کے منہ کھول دئے۔ زر پاشیوں سے مالا مال کر دیا (دیکھو ہماری کتاب تاریخ کا خونی ورق) اور علی و آل علی کو افلاس، ناداری و فاقہ کشی میں مبتلا کیا۔

فوج اور اسلحہ کی قوت کا کیا پوچھنا جس کا مقابلہ قیصر و کسریٰ کے بس سے باہر ہو گیا تھا ..... ودیچیدہ سیاست میں امام حسین کی بے مثل ولاجواب سیاست یہ تھی کہ عربی سیاست کے ..... تمام سیاستوں اور قوتوں کے قلعے ڈھا دیں جو حسین نے کربلا کے میدان میں تین روز کی ..... سوکھے گلے کٹوا کر جا گھنٹوں میں دشمنوں کی سیاست کا تار و پود بکھیر دیا۔ اور عالم بھر کو یقین دلا دیا کہ ..... قوم ایسے دور سے گزرے جس دور سے حسین کو گزرنا پڑا اس کو چاہئے کہ حسینی سبق کو دہرا دے حسین ..... اسلام کے حقیقی پیشوا تھے اور اُن میں پوری قابلیت تھی کہ ہر قوم کے پیشوا بنائے جائیں۔

(۱) امام حسین نے بتایا کہ اگر قومی افلاس مٹانا چاہتے ہو تو لوٹ مار چھوڑ کر لٹیروں نما حکومتوں کو اپنی سچی قربانی سے بے دخل کر دو اور قومی ناداروں کو خودداری اور امن و سکون کی زندگی میں خود اختیاری کا سبق سکھا دو اور ..... سے بہرہ مند ہونے دو جن کی کمائی ..... پرستیوں سے لٹتی ہے۔

(۲) قومی تنظیم کے واسطے بتایا کہ حسین کی طرح قوم کو دماغی توازن اور فکری یکسوئی کو ایک مرکز پر جمع

کردو جو کہ بلا تشدد و بلا تحکم ہو۔

(۱۴) اگر قومی زندگی چاہتے ہو تو امام حسینؑ کی تعلیم کو سمجھو۔ امام حسینؑ بے اصولی زندگی کے ساتھ کچھ دنوں زندہ رہنا اس کو زندگی نہ سمجھتے تھے بلکہ ان کی نظر میں اپنا مرمٹنا اور اصول کا زندہ رہنا حقیقی اور ابدی زندگی تھی جس اصول کی بقا سے قوموں اور نسلوں کی زندگی اور بقا ہوتی ہے۔

(۱۵) اگر قومی عزت و وقار چاہتے ہو تو امام حسینؑ سے عزت و وقار سیکھو جس نے ہر دنیاوی عزت پر لات مار کر انسانیت کے تمام عزت و شہرت کو حاصل کیا اور دنیا کو ایسا ذلیل کیا جس کی نظیر نہ ملے گی۔

(۱۶) اصلاح معاشرت چاہتے ہو تو حسینیت سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ مذہب کے نام پر اصلاح غیر مذاہب ولا مذہبوں سے تصادم کا باعث ہوگا۔ قوانین ملکی، جمہوریت، شیطانیت و نازیت اشتراکیت کمیونزم انارکزم ہر ایک میں کشمکش حیات و تصادم ناگزیر ہے اور یہ نئی چیزیں نہیں ہیں تاریخیں دیکھو۔ صدیوں تجربہ کے بعد بیکار و مضر ثابت ہو چکی ہیں۔ امام حسینؑ نے مظلومیت کا وہ سبق پڑھایا ہے جو دنیا کے ساتھ ساتھ آئی اور قیام دنیا تک قائم رہے گی۔ لہذا اپنے معاشرتی شعبہ کو اگر مظلومیت پر ڈھال لو گے تو سمجھ لو کہ دنیا میں ہر تصادم سے محفوظ ہو۔ یہی مختصر چند چیزیں ہیں جو اقوام عالم کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں اور کسی مذہب سے تصادم نہیں کرتیں۔

(۲)

امام حسینؑ کی مذہبی شخصیت

مذہب میں بزرگ شخصیت کا وہی مالک ہو سکتا ہے جو خود بانی و مبلغ ہو یا اس کا شریک کار و یز واعظم ہو یا تحفظ اس دین کا اس کی ذات پر منحصر ہوا ور حفاظت دین میں خود کو مٹا دے۔ سب سے بڑی شخصیت بانی اور مبلغ مذہب کی ہے اس کے بعد کا درجہ ان لوگوں کا ہے جو شریک کار و نائب قائم مقام و حافظ و سرپرست اس دین کے ہوں بحسب مدارج ان کی عزت و شرف و بزرگی دونوں میں فرق ہوگا۔ اور اس کا صحیح معیار اس کی سیرت اور زندگی کے ہر شعبے کے واقعات میں مذہب اسلام چونکہ محض انسان کو سدھارنے کی غرض سے آیا تھا تو بے لاگ فیصلہ بزرگی کا اسی شخصیت کے حق میں کیا جا سکتا ہے جس نے تمام افراد انسانی میں سب سے بڑھ چڑھ کر انسانی خدمت کی ہو اور وہی انسان کامل کہے جانے کا مستحق ہوگا اور چونکہ ہر مذہب کا یہی دعویٰ ہے کہ وہ اصلاح حال نفوس کے واسطے آیا ہے اور یہ غرض تمام مذاہب میں مشترک ہے لہذا مخصوص اس نقطہ نظر سے اسی ذات بزرگ کو دیکھنا ہوگا کہ ہر قوم ہر مذہب اور جملہ بنی نوع انسان کی اصلاح و خدمت و عام انسانی سدھار کے واسطے دنیا میں کیا کیا۔ اور عام انسانیت کو کیا فائدہ پہنچا سکا اس لئے ہمارے نزدیک امام حسینؑ

اسلام کا ہے اور نہ کسی خاص مذہب کا بلکہ وہ عام انسانیت کا ہیرو ہے اور اس کی بزرگ شخصیت مذاہب عالم سے اپنی پیروی کی اپیل کرتی ہے اور حسین کو اسی نقطۂ نظر سے دیکھنا ہوگا کہ اس خدا کے برگزیدہ بندے نے اس کی مخلوق کی وہ اہم خدمت کی جس کی مثال تاریخ عالم میں نہ ملے گی۔ اب ہم مختصراً امام حسین کی مذہبی شخصیت کو مذکورہ نقطۂ نظر سے پیش کرتے ہیں۔ عالم میں وہ کون مسلمان ہے جو امام حسین .... کی مقدس و بزرگ ہستی کا انکار کر سکے۔ وہ برگزیدہ خدا کا بندہ جس کو رسول کاندھوں پر چڑھاوے (عبدالرزاق بن شاہین طبرانی) جو سجدوں میں پشت پر سوار ہوتا اور رسول اس وقت تک سر سجدہ سے نہ اٹھاتا جب تک حسین خود سے پشت سے نہ اترتے (امام احمد بن حنبل طبرانی ابن سعد) رسول اپنی زبان حسین کو چوساتے رہتے اور خود حسین کی زبان چوستے (ابن سعد) حسین کے سوا اگر عالم میں کوئی دوسری ایسی ہستی ہو تو بتاؤ۔ حسین وہ ذات ہے جس کی بزرگی میں ہر وقت رسول رطب اللسان رہتے تھے۔ کبھی فرماتے تھے۔ حسن و حسین سردار جوانان اہل جنت ہیں (احمد ترمذی) کبھی فرماتے حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں (طبرانی، بیہقی) کبھی فرماتے خدا دوست رکھ حسن حسین کے دوست کو دوست رکھ اور دشمن کو دشمن رکھ (ترمذی، حاکم) کبھی فرماتے حسن حسین کا دوست میرا دوست اور ان دونوں کا دشمن میرا دشمن ہے (ابن ماجہ) کبھی فرماتے حسن حسین اور ان کی اولاد کی تعظیم کیا کرو (ابن عساکر) کبھی فرماتے جس نے میرے اہلبیت کو ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی (حافظ ابونعیم) کبھی فرماتے جس نے ہم اہلبیت سے .... دشمنی کی وہ جہنمی ہے (حاکم) ہزاروں میں یہ چند رسول کی حدیثیں ہیں۔ خدا نے بھی قرآن مجید میں آیہ مودت میں عترت رسول کی محبت کو اجر رسالت قرار دیا ہے اور آیہ تطہیر نازل فرما کر علی و فاطمہ و حسن و حسین کی پاکی و تقدیس کی ہے جس پر آئمہ حدیث و تفاسیر کا اتفاق و اجماع ہے۔ آل رسول کا یہ شرف و فضل اس عقلی قدر دانی کی وجہ سے ہے جس کے اہلبیت رسول مستحق تھے (نعوذ باللہ) حیوانی و خوش اعتقادی محبت نہیں ہے تاریخوں اور ان کی سیرتوں کی کتابوں میں آن حضرت کے علمی و عملی حالات کو دیکھو اور ان کے ان خدمات کو دیکھو جو حفظ دین اور انسانیت سدھار میں کی تھیں جس سے کہنا پڑے گا کہ یہ فخر انسانیت تھے اور اس قابل تھے کہ انسانیت کا سرتاج بنیں (باقی آئندہ)

نوٹ:۔ باوجود سخت ناسازی مزاج حضرت قبلہ مولانا ...... مدظلہ العالی نے گذشتہ ۳ ماہ کے عرصہ میں ملک کے مختلف حصوں میں گردش کی اور اپنے تبلیغی مواعظ سے جو اثر خاص و عام پر پیدا کیا وہ انشاء اللہ موصوف کی ڈائری کے خلاصہ سے آئندہ اشاعت میں پیش کیا جائیگا۔ ناظرین انتظار فرمائیں۔ عنقریب جناب مولانا کی ۴۰ سالہ تبلیغی خدمات کتابی صورت میں پیش ہونے والی ہیں۔ (ایڈیٹر)

حضرت امام حسینؓ اور محرم

(از مسٹر علی محتشم متعلم بی اے فائنل ۔ دہلی)

اسلامی سال محرم کے مہینہ سے شروع ہوتا ہے ۔ اب سے ۱۳۰۴ سال قبل اس مہینہ کی دسویں تاریخ کو کربلا کے میدان میں وہ دردانگیز واقعہ رونما ہوا تھا جس کی یاد ہر سال نہ صرف مسلمان بلکہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی اپنے اپنے طریقہ سے مناتے ہیں ۔ مظلوم سے ہمدردی اور ظالم سے نفرت کرنا انسانی فطرت کا تقاضا ہے اور پھر جب دنیا والوں کو یہ معلوم ہو کہ مظلوم قطعاً حق پر تھا اور اس نے یہ تمام مظالم اپنے ذاتی فائدہ کے لئے نہیں برداشت کئے بلکہ اُس پر یہ تمام ظلم و ستم اس لئے ڈھائے گئے کہ وہ انسانوں کا بہی خواہ تھا ۔ نیکی اور سچائی کی تعلیم دیتا تھا تب انسانی شرافت کا یہ تقاضا ہونا چاہئے کہ وہ اپنے اُس محسن کی اور اُس کے اصول کی دل سے عزت کرے اور اس کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی کوشش کرے خواہ وہ کسی مذہب سے مخصوص ہو ۔ کسی سرزمین کا باشندہ ہو ۔ اور کسی زمانہ میں اُس نے یہ خدمات انجام دئے ہوں ۔

اگر ہم حضرت امام حسینؓ کی زندگی پر غور کریں اور ان کے قول و عمل کو انسانی شرافت کے اعلیٰ اصول پر جانچ کریں تو یقیناً حضرت جوش ملیح آبادی کے الفاظ میں ہم حضرت امام حسینؓ کو انسانیت کا سب سے بڑا محسن تسلیم کریں گے ۔

کیا صرف مسلمانوں کے پیارے ہیں حسین ۔۔۔ چرخِ نوعِ بشر کے تارے ہیں حسین
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو ۔۔۔ ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

اس میں شک نہیں کہ حسینؓ مسلمانوں کے محترم رسول جناب محمد مصطفےٰ کے پیارے نواسے تھے جن کے مرتبہ اور شان کا رسول خدا نے بار بار اظہار فرمایا اور اُن کی محبت کا حکم دیا حسینؓ ہمارے مذہبی پیشوا (امام) ہیں لیکن دوسرے مذہب والوں کے لئے بھی آزادی کے علمبردار ، سچائی کا پتلا اور نیکی کا مجسمہ ہیں ۔ ریاست گوالیار کا محرم اور ہندو اور عیسائی مفکرین مشرق و مغرب نے حسینؓ کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اس کی دلیل ہیں کہ حسینؓ کا کارنامہ مذاہب ، ملک اور رنگ روپ کے فرق و امتیاز سے کہیں بلند ہے ۔

حسینی مشن کو کسی ایک گروہ ، مذہب یا ملک سے مخصوص کر دینا حسینی مشن کے ساتھ ناانصافی اور ہماری عدم واقفیت کا ثبوت ہوگا ۔ حسینی کا پیغام کرۂ ارض کے تمام بسنے والوں کے لئے ایک ہے

کہ "حق اور باطل میں تمیز کرو" "عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے" "صرف ایک خدا سے ڈرو اور اسی کی پوجا کرو" "مال وزرا اور حکومت کی پرستش حرام اور سخت گناہ ہے" "وقت اگر تم سے قربانی کا مطالبہ کرے تو تم اسے بخوشی پیش کرو" "مظلوموں سے ہمدردی اور غریبوں سے محبت کرو" "تمہاری زندگی کا مقصد خلق خدا کی خدمت ہو" "آپس کے نفاق کو مٹا دو اور سب کی بھلائی کے کوشاں رہو" "انسانیت کے بلند معیاروں پر عمل کرو" اور صحیح معنوں میں اپنے آپ کو انسان کہلائے جانے کا مستحق بناؤ"

انقلاب روزگار کو کیا کہئے کہ یزید جیسا فاسق و فاجر شخص مسلمانوں کا خلیفہ بن بیٹھا۔ وہ اسلامی جمہوریت۔ انسانی آزادی۔ اور اخوت کا جانی دشمن تھا۔ ظلم و ستم اس کا شعار تھا۔ جابرانہ شخصی حکومت کا خواہاں تھا۔ اختیارات اور قوت کا بیجا استعمال کرنا اس کی عادت تھی۔ کہنے کو وہ مسلمان تھا مگر در اصل اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ وہ ظاہر میں انسان تھا لیکن اصل میں انسانیت سے کوسوں دور تھا۔ اور اس کی ذات تمام ممکن برائیوں کا مجموعہ تھی۔ عیش و عشرت کا دلدادہ ظالموں کا دوست اور مظلوموں کا دشمن تھا۔

اب وقت ایسا آگیا تھا کہ کھلم کھلا کفر و الحاد مسند خلافت سے اسلام کو چیلنج دے رہے تھے۔ حکومت کے بل بوتے پر رسول عربی کی عملی تعلیم کو بھلایا جا رہا تھا۔ مال و زر انسانی شرافت کا معیار بن گیا تھا تنگ دستوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ تھا۔ امیر مال مست تھے اور غریبوں کی کون سنتا۔

حضرت رسولؐ نے جن خرابیوں کے خلاف جہاد کیا تھا انہیں برائیوں کو یزیدی حکومت مستحکم کر رہی تھی۔ خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے مال و دولت کے مالک یزید کو رسول کا صحیح جانشین تسلیم کرنے پر مجبور کئے جا رہے تھے۔ ایمان اور سچائی کے اصول مٹائے جا رہے تھے۔ اندیشہ ہوتا تھا کہ حضرت رسول خدا کی تمام کوشش برباد ہو جائے گی۔ اسلامیت مٹ جائے گی اور یزیدیت کا رواج ہو کر رہے گا۔

خدا کے برگزیدہ بندے اور مایۂ ناز بشریت حسینؑ نے وقت کے مطالبہ پر لبیک کہا اور خدا کی راہ اور خدائی حقوق کی بھلائی میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ حکومت اور دولت کے نشہ میں سرشار یزید نے حسینؑ سے بھی بیعت طلب کی۔ یزید سب مسلمانوں کا بادشاہ بننے کا مدعی نہ تھا بلکہ وہ اپنے آپ کو امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین تسلیم کرنے پر دنیا کو مجبور کر رہا تھا۔ دنیائے اسلام کی نگاہیں اس وقت حسینؑ کی طرف اٹھی ہوئی تھیں کہ آیا وہ ایسے نازک وقت میں مسلمانوں کی دستگیری کرے گا اور اسلام کو نہیں بلکہ انسانیت کو بدنام ہونے سے بچا لے گا یا اسے بھی حکومت اور دولت مرعوب کر لے گی۔

تاریخ شاہد ہے کہ حسین نے باطل کے خلاف حق و صداقت کی راہ میں اتنی بڑی قربانی کی جو انسانیت کے لئے باعث فخر ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ یہ دو بادشاہوں کی جنگ نہ تھی بلکہ حق اور ناحق کی جنگ تھی خدا کے ماننے والوں اور سیم وزر کو اپنا خدا جاننے والوں کا مقابلہ تھا۔

حسین کسی سیاسی حق کے طلبگار نہ تھے۔ حکومت کے خواہاں نہ تھے۔ اُن کی زندگی اور واقعہ کربلا کی تاریخ کا ہر ہر پہلو گواہی دے رہا ہے۔

حقیقی فتح حسینیت کو ہوئی۔ حسین آسمان انسانیت کا درخشندہ آفتاب بن کر چمکے اور یزید کفر کی تحت الثریٰ میں ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا۔

آج یزید کی حکومت کا پتہ بھی نہیں ہے اور ہر با فہم انسان یزیدیت سے نفرت کرتا ہے اور حسینیت کا دلدادہ ہے۔ حسین کی حکومت انسانوں کے دلوں پر ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ یادگار حسینی کے جلسے جو چند سال سے برابر ہندوستان کے عرض و طول میں ہو رہے ہیں اس کی زندہ مثال ہیں۔ مختلف مذاہب اور مختلف اقوام کے لوگوں نے ان جلسوں میں شرکت کی اور اپنے خلوص و عقیدت کے پھول حسین مظلوم کی خدمت میں پیش کئے۔ اور حق یہ ہے کہ دنیا نے فرض شناسی کا اعلیٰ ثبوت دیا۔

لیکن اے دنیا کے بسنے والو! حسینؑ کی قربانی کا مقصد صرف یہی ہے کہ تم حسین کی مظلومیت کی داستان سنکر اظہار ہمدردی کرو اور اپنی عقیدتمندی کے اظہار کو صرف لفظوں تک رکھو۔ حسینؑ کی صدا فضا میں گونج رہی ہے وہ تم سے عمل کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اُن کی قربانی کا اعلیٰ مقصد سمجھو اور اس کو نمونہ قرار دے کر عمل کرو۔ دنیا میں جبر و استبداد فتح پانے کی کوشش کر رہے ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم ظلم و تعدی کو مٹا کر عدل و انصاف کا قیام کریں۔

آج دنیا جس کشمکش میں ہے اُس سے نجات پانے کا واحد علاج یہی ہے کہ دنیا حسینیت کے قریب ہو جائے۔ حسین سے قوت عمل کا سبق سیکھے۔ قربانی کا درس لے۔ اور اُس محسن انسانیت کی تعلیمات سے اپنے کو آشنا کرے اور عمل پیرا ہو۔

کربلا کا سانحہ آج ۱۳ سو سال کے بعد بھی اس قدر تازہ اور ایسا دلدوز ہے جیسا کہ اُس روز تھا جبکہ اس رہبر انسانیت نے جام شہادت نوش کیا تھا۔

آج ۱۳ سو سال کے بعد بھی حضرت امام حسینؑ کی مثال صداقت اور حریت کے لاتعداد متلاشیوں کی رہبری کر رہی ہے۔ امام حسینؑ کی برگزیدہ ہستی واقعات زمانہ کے تمام امتحانات سے گزر کر نیر اعظم سے بھی زیادہ تابانی کے ساتھ باطل پر کبھی فنا نہ ہونے والے فتح و ظفر کے نشان کی طرح موجود ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

ایک مقدس انسان کے الفاظ ہیں:۔

نام گرو حسین کا جانے سب سنسار
سیس کٹا کے جگت میں کیا ہے سب کو پار

معرکۂ کربلا

(از سید شہنشاہ حسین صاحب اڑوی حیدرآباد)

نینوا کے تپتے ہوئے صحرا میں سنہ ۶۱ھ میں تاریخ کا انتہائی وحشیانہ واقعہ رونما ہوا تھا آل محمدؐ کے خلاف سرمایہ دار دنیا مخالف پروپیگنڈا کرنے سے ابھی تک تھکی نہیں تھی پھر اس کو اختیار کیا گیا تھا اور رفتہ رفتہ عرب کے گوشے گوشے میں ان کی تحریک بُری طرح پھیل گئی اور ان کی عداوت روز افزوں ترقی کر رہی تھی یہ تنازع صرف اس لئے جاری کیا گیا تھا کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے ساری دنیا کو وحدانیت اور انسانیت کا درس دیا تھا اور اس پر قائم رہنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ آنحضرتؐ کی انتھک کوششیں دیکھ کر ابوسفیان نے بھی اپنے راگ کو پوری قوت سے الاپنا شروع کر دیا تھا اور اپنی تحریک اور اپنی جد وجہد سے اسلام سے عناد و اختلاف ہمیشہ کے لئے بڑھا رہا تھا۔ توحید سے دائمی جدائی کی اسکیم پر زور لگا رہا تھا اور مخالفانہ پروپیگنڈا کر رہا تھا آنحضرتؐ کے نظریات کی تنقید کرتا تھا اور حضورؐ کی مخالفت میں کسی سے پیچھے نہیں تھا اس کی تحریک چاروں طرف وبا کی طرح پھیل گئی تھی یہ رحم کرنا نہیں جانتا تھا ابوسفیان نے ایسی ہوسناکیوں اور انجام سے بے پروا ہو کر مسلمانوں پر اُحد میں حملہ کیا تھا۔ یہ شخص نہایت بیدردی ہوسناکی اور دغا بازی کے ساتھ حملہ کرنے گئے۔ لئے آیا جس نے کفار کو ساتھ لیکر رسالت کا تختہ اُلٹ دینا چاہا تھا محمدؐ کے خلاف خرافات کا انبار لگاتا تھا وہ تشدد اور آمریت کے توتی کو زیادہ طاقتور بنا رہا تھا ابوسفیان کا جارحانہ اقدام اور اس کی بڑھتی ہوئی قوت کو سختی کے ساتھ محمدؐ نے اپنے عہد رسالت میں کچل ڈالا تھا۔ ابوسفیان کو جو شرمناک شکستیں اٹھانی پڑی تھیں وہ اس کے ارادوں کو کچلنے کے لئے کافی تھیں آخر اس نے نہایت چالاکی کے ساتھ اسلام کا ظاہری لباس پہنکر اسلام کو اپنا آلۂ کار بنا لیا تھا۔ فتح مکہ میں اسلام کا نقاب ڈالکر دنیا کو دھوکا دے رہا تھا اور لوگوں کو اس پردے میں اپنا ہم خیال بنانے کی جد وجہد کر رہا تھا اس کی زندگی کا مقصد سوائے تخریب کے اور کچھ نہیں تھا اس کی زندگی کے بعد اس کے مقصد کو

معاویہ اور یزید پورا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے فتنہ پرداز اور لڑنے والے گروہ کی منزل بہشت کا مقصد صرف حکومت کرنا اور فرزند رسولؐ کا خون بہانا تھا۔ یزیدی حکومت کے تحت اپنی نیابت کی رفتار سخت تیز کر دی یزید کا حکم تھا حسینؓ کی زندگی دشوار کر دو ہزاروں قسم کی ایذا رسانیاں [illegible] ہو گئے۔ یزیدی دہ ندے فطرتاً چالباز اور ظالم واقع ہوئے تھے اور یہ حضرات کربلا کا [illegible] جاتے تھے۔ ان کے پاس ہمدردی قابل نفرت تھی ابن زیاد اور عمر ابن سعد [illegible] بھی نرمی یا آسانی روا نہیں رکھی ان تیروں اور زنگوں کو امداد یزید ابن معاویہ [illegible] اسلام کو انقلاب اور تغیر کے ایک نئے دروازے پر کھڑا کر دیا تھا رسالت کے نظام [illegible] تھیں اور ان کے اقتدار کو پامال کرنے کے درپئے آزار تھا۔ پیروان محمدؐ کو اذیتیں [illegible]
حسینؓ ابن علیؓ سے اپنی بیعت چاہتا تھا۔ حالات کا تقاضا یہی تھا کہ حسینؓ ابن علیؓ کربلا میں اپنے پاک خون سے اسلام کی اصلاحی تعمیر کریں محمدؐ کا مقصد حسینؓ کے پاس تھا حسینؓ نے محمدؐ کے عمل اور اصول کو پسندیدگی اور تحسین کی نظروں سے دیکھا تھا حسینؓ حریت امن وانسانیت اور [illegible] معرکۂ کربلا میں دے رہے تھے۔ رسالت کے نظام کی بنیاد جب حسینؓ نے مضبوط کر دی [illegible] تھا حسینؓ وحدت انسانیت کا درس معرکۂ کربلا میں دیا تھا آج بھی دنیا محمدؐ کے [illegible] حسینؓ کے بلند طرز عمل کی توصیف کئے بغیر نہیں رہ سکتی ہے جس نے اسلام کے [illegible] دیتے ہوئے [illegible] اور ظلم کو مٹانے کے لئے حق پر جان نثار کرنے کا سبق دیا سرزمین کربلا پر [illegible] سلوک روا رکھا اس کی المناک تاریخ ہے جو دنیا کو عمر بھر [illegible]

شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے

دنیائے انسانیت کو کیا سبق دیا

(از جناب مسٹر فضل الحق ساکن حبیب گنج بنگال)

انسان فطرتاً طالب علم واقع ہوا ہے وہ ہر آن ایک معلم کی تلاش میں رہتا ہے [illegible] محل کے امتیاز پر اس کی خواہش میں تغیر پیدا ہوتا ہے۔ وہ اس طلب اور ترقی میں کمال [illegible] اس کی طلب اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک اس کا نصب العین یعنی "کمال" حاصل نہ ہو۔

حصول کمال طالب کی استعداد پر ہی منحصر نہیں ہے بلکہ اس میں استاد کامل کی نہیں بلکہ اکمل کی بھی ضرورت ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ استاد یا معلم اکمل موجود ہوتا ہے لیکن متعلم میں استعداد نہیں ہوتی ہے صرف اس منزل پر ٹھہر جاتا ہے جو اس کی سعی کی انتہا ہوتی ہے۔

عام عالم انسانیت بلا کسی تفریق کے وہ مرد ہوں یا عورت، جوان ہو یا کمسن، طاقتور ہوں یا ضعیف اور مسن اپنے تقاضائے فطرت کی بناء پر مرتے دم تک راہ طلب میں گامزن اور اپنے علم میں پیہم اضافہ چاہنے کا خواہشمند نظر آتا ہے۔ یہ کس معلم کی درسگاہ میں زانوئے ادب تہ کرکے بیٹھیں۔ یہ کس استاد سے صرف نظریات ہی نہیں بلکہ عملیات کا درس لیں تاکہ سب کے سب کمال کے درجہ پر پہونچیں اور اطمینان کی زندگی بسر کریں اور جب جام عمر لبریز ہو جائے خوشی خوشی داعی اجل کو لبیک کہیں۔

مجھے اپنی دنیاوی مصروفیتوں اور آلودگیوں نے اتنا موقع نہ دیا کہ میں اس اہم ترین موضوع پر اپنے پاشاں خیالات کا تفصیل کے ساتھ اظہار کرسکوں لیکن موقعہ کو غنیمت جان کر میں اس سلسلہ میں صرف چند سطریں ناظرین اخبار سرفراز کے مطالعہ کے واسطے پیش کرتا ہوں اور امیدوار رہوں کہ معلم حقیقی تمام انسانوں کو بالعموم اور مسلمانان عالم کو بالخصوص اس محسن انسانیت کی سبق آموز زندگی کا مطالعہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ دنیا انسانی کمالات سے بھر جائے۔ میں مذاہب عالم کے مشاہیر کی مقدس زندگیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کامل احترام کے بعد یہ کہنے کی جراءت کرسکتا ہوں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جناب مسیح ابن مریم علیہما السلام تک وہ تمام بزرگ ہستیاں جنھوں نے انسانیت کو زیر بار احسان کیا ہے اور گمراہوں کو صراط مستقیم پر لگایا ہے سب کی سب قابل عزت ہیں لیکن یہ سب بحیثیت مجموعی یا بحیثیت انفرادی باوجود بہترین معلم ہونے کے تمام عالم انسانیت کے واسطے یکساں مفید نہیں ہیں مثلاً حضرت عیسیٰؑ کمالات کا مجموعہ تھے اخلاق کا مجسمہ تھے اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں بہترین ہستی کے مالک تھے لیکن عام طور پر عالم انسانیت کے واسطے ان کی مقدس زندگی سبق آموز نہیں ہوسکتی میں ایک ایک بزرگ کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتا اس کے واسطے فرصت کی ضرورت ہے۔ وہ سبق جو انسانیت کو کمال کے درجہ پہونچانے والا ہے صرف اطاعت باری کا سبق ہے اس کے معلم ہر زمانہ میں آئے لیکن بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ سب سے بہتر درسگاہ مکہ میں قائم ہوئی اور جب معلم نے دیکھا کہ اس ادارہ کو وسیع تر کرنے کی ضرورت ہے تو مکہ مشرفہ سے مدینہ منورہ کو منتقل فرما دیا۔

درسگاہ کی وسعت کے ساتھ ساتھ شعبہ جات میں بھی اضافہ ہوا وہی اطاعت باری کا سبق جس کے واسطے ابتدائی درجہ میں "قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا" کہو کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ ہی

میں تمہاری فلاح ہے۔ تک تعلیم کو محدود رکھا تھا رفتہ رفتہ حسب ضرورت و مناسبت موقعہ عام ضروریات زندگی اس سے متعلق ہو گئیں۔ یہی تہذیب اخلاق، تدبیر منزل اور سیاست مدن کی صورت میں پیش کیا گیا۔

اس سے حیات عارضی اور حیات جاودانی کو کامیاب بنانے کا راز دنیا نے سیکھا، مکہ معظمہ میں بھی اگرچہ علاوہ اپنے اصحاب کے اپنے خاص عزیزوں کو تعلیم دینے کا موقع ملا لیکن مدینہ منورہ پہنچ کر اس کام میں اس قدر اور اضافہ ہو گیا کہ بعض ایسی ہستیاں خدا نے پیدا کر دیں جن پر انسانیت فخر کر سکتی ہے۔ اگرچہ اصحاب اخیار کے علاوہ ایام طفولیت و بستان رسالت کا گل سرسبد حضور کا وہ جاں نثار اور فدا کار بھائی تھا جس کا نام حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہے لیکن ایام مدینہ میں اس جو تم بالشان درسگاہ میں دو ایسے متعلمین کا اضافہ ہوا جن کو اس درسگاہ سے بہتر سے بہتر اساتذہ کی تعلیم کا شرف حاصل ہوا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاگرد رشید حضرت مولا علیؑ شریک کار اور رہنما بنے ہوئے تھے۔ عورتوں کے واسطے بھی معلمہ کی ضرورت تھی ان کے واسطے محنت شاقہ فرما کے اپنی پیارہ جگر پارہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ایسا کامل بنایا کہ دونوں جہاں کی عورتوں کی سردار ہونے کا شرف اس شہزادی کو حاصل ہوا۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے موضوع سے جدا نہ ہوں اس لئے پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

وہ دو متعلمین جن کا ابھی ذکر ہوا ہمارے رسول کے نواسے پاردل ہائے جگر سرور قلب، نور عین حضرت امام حسنؑ اور جناب امام حسینؑ تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ان دونوں بزرگواروں کو اپنے نانا، ماں اور باپ کی زبانی اور عملی تعلیم سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع ملا اور یقیناً یہی وہ چیز تھی جس کی بناء پر ہم بآسانی اور زور کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ تمام عالم کے متعلمین میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ انسانیت کے کمال کے واسطے کس شے کی ضرورت تھی؟

یہ وہ سوال ہے جس کا جواب دینا ہر انسان کا فریضہ ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ دنیا کے انسانیت متفقہ طور پر ایک جواب بآسانی دے سکے گی۔ اس لئے میں خود جواب دیتا ہوں۔ کمال انسانیت کا راز کمال فرض شناسی میں مضمر ہے۔ حسینؑ نے اپنے معلموں سے فرض شناسی کا سبق بدرجہ کمال حاصل کیا تھا اور ہم فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حسینؑ ایسا فرض شناس نظر نہ آئے گا۔ اگر ملے گا تو اس گھر میں ملے گا جس میں اپنی کتاب پڑھ کر تعلیم حاصل کر کے عمل سیکھ کر حسینؑ جنت کے جوانوں کا سردار بن گیا۔

فرائض تین قسم کے ہیں۔ ایک کا تعلق ذات شخص سے ہوتا ہے۔ دوسرے کا تعلق دوسرے اشخاص سے اور تیسرے کا تعلق ذات باری سے ہے کربلا کے میدان میں امام عالی مقام نے ہر قسم کی تکمیل بدرجۂ اتم

کر گئے دنیا کو فرض شناسی کا ایسا سبق دیا جو زمانہ کی گردش بھی بھلا نہیں سکتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان تمام طور پر جو کچھ کرتا ہے اپنی ذات کے واسطے اور اسی کو اپنا فرض سمجھ کر ادا کرتا ہے۔ خدا کا بھی کچھ فرض ہے اس کو غریب غریب ہر شخص بھولے بیٹھا ہے دوسروں کے فرض کا تو ذکر ہی کیا۔ آؤ ہم حضرت حیدر سنت بی حسینؑ کی زندگی کا کربلا کے میدان میں مطالعہ کریں۔ لیکن ٹھنڈے دل سے تعصب کی عینک کو اتار کر حسینؑ کو صرف حیثیت ایک انسان کے دیکھیں۔ تین دن کی بھوک پیاس، عزیزوں کا، دوستوں کا بچھڑنے کے ساتھیوں کا جدا ہونا، بیکس بی بیوں کی فریادیں جو دل ہلانے والی تھیں سننا اور آئندہ خطرات کا اندیشہ ان تمام باتوں کی موجودگی میں حسینؑ کی فرض شناسی ہر طرح قابل ستائش ہے اور ضرور اس قابل ہے کہ دنیا کے ہر گوشہ میں رہنے والے انسان اس سے سبق حاصل کریں اور حسینؑ کو معلم عالم تسلیم کریں۔ عصر کے وقت حسینؑ خیمہ میں تشریف لائے سارا اثاثہ ختم ہو چکا تھا یہاں تک کہ چھ ماہ کا شیرخوار بچہ بھی تیر ستم کا نشانہ بن چکا تھا لیکن یہ انسانیت کا معلم اور نانا کی تعلیم کو عملی جامہ پہنانے والا فرض شناسی میں مصروف ہے۔ خیمے میں کیا تھا۔ کہرام بپا تھا۔ وہ وقت تھا کہ اچھے اچھے انسانوں کے حواس جاتے رہتے ہیں۔ لیکن اللہ رے فرض شناس۔ بہنوں کو وصیت، بچوں سے پیار و محبت کا اظہار حد ہو گئی کہ ایک سیاہ فام عورت سامنے آکر اظہار غم اس صورت سے کرتی ہے۔ میرے شاہزادے۔ کیا تو مرنے کو جا رہا ہے میں تیری ماں کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ جب بی بی مجھ سے سوال کریں گی۔ فضہ تو زندہ رہی اور میرا حسینؑ مرنے کو چلا گیا۔ تو فرض شناس حسینؑ نے کیا جواب دیا۔ کیا قارئین کرام دنیا کے کسی انسان سے اس عالم میں اس جواب کی امید کر سکتے ہیں چاہئیے تو یہ تھا کہ بی بیاں اس سیاہ فام کنیز کو دھکا دیکر ہٹا دیتیں اور حسینؑ کو بچوں سے بات کرنیکا موقع زیادہ ملتا۔ لیکن یہ سب فرض شناسی کے خلاف تھا۔ سب خاموش ہو گئے۔ حسینؑ نے کہا فضہ مجھے یاد ہے کہ جب میری ماں چکی پیستی تھی تو تو مجھے زانوں پر بٹھا کر کھلایا کرتی تھی۔ مجھے معاف کر دے تیرے حق سے ادا نہیں ہو سکا۔ بی بیوں سے رخصت ہو کر میدان میں آئے دشمنوں کو اپنے شجاعت و صبر کے جوہر دکھائے اور بالآخر اس فرض شناس انسان نے سجدہ میں سر کٹا کر ثابت کر دیا کہ خدا کا فرض کس وقت اور کس طرح ادا ہونا چاہئیے۔

حسینؑ شہید ہو گئے اور یہ داستان غم قیامت تک بیان کئے جانے کے واسطے باقی رہ گئی کہ حسینؑ معلم عالم کے نواسہ معلم عالم کے فرزند اور اس معلم کی آنکھوں کی روشنی ہیں جو دونوں جہان کی خودداری کا سردار ہے۔ اور اپنی اس عدیم المثال قربانی سے وہ سبق دیا جو اگر ہر سال عشرہ ...

محمد نے یہ ثابت کر دیا [illegible] کہ تمام انسانوں سے بہتر زندگی بسر کر سکتے ہیں جو ایک
فرض شناس انسان کی زندگی [illegible] ہے [illegible] ولیم [illegible] جو ایک موجودہ زمانے
کے مشرق اور مغرب [illegible] پیدا [illegible] ہوا [illegible] شائع ہوا ہے فرماتے ہیں۔

"Mohamad preached Islam or obedience unto God. Husain adhered to the principles of Truth firm and unshaken to the end. Such souls never die and Husain still occupies a high place among the leaders of mankind a source of inspiration to all Muslims and an examplor to those of other faiths, for he was fearless in character, fearless in devotion and true to the ideals he so fully espoused.

حضرت اویس قرنی

سہیل ملک یمن اور آفتاب قبیلہ قرن ہے جنہوں نے زہد کی انتہا کر دی۔ اور حضرت خاتم المرسلین
نے جناب اویس کی شان میں "نفس الرحمٰن" اور "خیر التابعین" فرمایا ہے۔ آپ نے آنحضرت کا زمانہ دیکھا
تھا لیکن شرف ملازمت حاصل نہ کر سکے۔ غائبانہ ایمان لائے تھے۔ اپنی ضعیف ماں کی وجہ سے مدینہ منورہ
حاضر نہ ہو سکے کیونکہ ہر وقت ان کی خدمت میں مشغول رہتے تھے۔ دن کو شتربانی کرتے اور اسکی مزدوری
سے اپنی اور اپنی والدہ کی بسر اوقات کا سامان مہیا کرتے تھے۔ شجرۂ اولیا میں سید نوربخش نور اللہ
مرقدہٗ نے حضرت اویس کو مجید و بد لکھا ہے۔ اور تحریر فرمایا ہے کہ حضرت اویس [illegible] بزرگ
تھے جن کو آنحضرت نے ولی اللہ کہا اور فرمایا کہ یمن کی طرف سے نفس الرحمٰن کا احساس کرتا ہوں
یہ بھی ارشاد ہوا کہ وہ سید التابعین ہیں

سید العارفین حیدر بن علی [illegible] لکھتے ہیں کہ اویس قرنی کی حالت
تھی [illegible] سے اُن [illegible] تھا

قدسیہ کی خوشبو سونگھتے تو فرماتے تھے کہ یمن کی طرف سے روح الرحمٰن کو سونگھ رہا ہوں" حضور کے ایسا کرنے پر حضرت سلمان نے عرض کیا کہ وہ کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا "یمن میں ایک شخص ہے جسے اویس قرنی کہتے ہیں۔ وہ روز قیامت تنہا ایک امت کے مثل مشہور ہوگا۔ اور اس کی شفاعت میں مثل قبیلہ ربیعہ و مضر کے داخل ہوں گے۔

آگاہ ہو کہ تم میں سے جو شخص ان کو دیکھے وہ میرا اسلام پہونچا دے۔ اور ان کو حکم دے کہ وہ میرے واسطے دعا کریں۔

"تذکرۃ الاولیا" میں لکھا ہے کہ "جناب امیرؓ اور حضرت عمرؓ نے حسب وصیت جناب رسالتمآب آنحضرت کا خرقہ اویس قرنی کو پہونچا دیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا کہ وہ شتری گلیم اوڑھے سر و پا برہنہ ہیں اور دونوں عالم کی تونگری کو اپنی گلیم میں چھپائے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھکر اپنی خلافت اُن کو حقیر معلوم ہوئی اور کہا کون شخص ہے جو خلافت مجھ سے ایک روٹی کے عوض مول لے۔ اویس قرنی نے کہا اے عمر کون ایسا بے عقل ہے جو روٹی دے کر خرید ے گا۔ یہ تو بیچ کیا رہا ہے۔ پھینک دے جس کا جی چاہے گا اٹھالے گا۔" جناب امیرؓ اویس کی باتیں سنکر خاموش رہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم پیغمبر کو دیکھنے کیوں نہ آئے۔ اویس نے پوچھا تم نے پیغمبر کو دیکھا ہے۔ عمرؓ نے جواب دیا ہاں اویس نے فرمایا کہ شاید تم نے صرف اُن کا جبہ دیکھا ہے اور اگر دیکھا ہے تو بتاؤ کہ اُن کے ابرو پیوستہ تھے یا کشادہ؟ اس پر حضرت عمرؓ کچھ جواب نہ دیا۔ پھر اویس سے کہا کہ میرے لئے آپ دعا کریں۔ اویس نے کہا ایمان میں میری شامل ہو جاؤ میں ہر نماز کے قنوت میں دعا کرتا ہوں "اللھم اغفر للمومنین والمومنات" اگر تمہارا ایمان سالم ہے تو اس دعا میں شامل ہو ورنہ میں اپنی دعا کو ضائع نہ کروں گا۔ عبادت کی یہ کیفیت تھی کہ کبھی ساری رات رکوع میں کبھی ساری رات سجدہ میں بسر کرتے تھے۔ لوگوں نے جب پوچھا کہ تم کو عبادت کی ایسی طاقت کیسے حاصل ہوئی کہ ایسی طولانی راتیں ایک حالت میں کاٹ دیتے ہو۔ جواب دیا کہ رات طولانی کہاں ہوتی ہے۔ کاش ازل سے ابد تک ایک رات ہوتی اور میں اُسے ایک سجدہ میں بسر کرتا۔

حبیب السیر میں مذکور ہے کہ اویس قرنی ایک دن فرات کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ ایک طبل کی آواز آئی لوگوں سے پوچھا یہ کیسی آواز ہے جواب دیا کہ حضرت علیؑ کی فوج معاویہ سے جنگ کے واسطے جارہی ہے۔ اویس نے کہا میرے لئے کوئی عبادت متابعت علیؑ مرتضیٰ سے افضل نہیں ہے یہ کہہ کر اس سمت دوڑے اور علیؑ کے لشکر میں جا ملے اُن کی رفاقت

میں شہید ہوئے۔

تحفۃ الاحبا میں لکھا ہے عبداللہ بن عباس نے بیان کیا کہ جب ہم لوگ حضرت امیر کے ساتھ مقام "ذیقار" میں پہونچے تو کوفہ اور اس کے نواح اور نواحق کا لشکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے فرمایا آج ۱۲ فوجیں ہمارے پاس آئیں گی اور ہر ایک میں ہزار آدمی ہوں گے ابن عباس کہتے ہیں کہ مجھے یہ عجیب معلوم ہوا۔ جناب ولایت مآب میرے دل کا حال سمجھ گئے حکم دیا کہ اس صحرا میں دو نیزے نصب کئے جائیں تا کہ جو لشکر ہماری نصرت کے لئے آئے ان دو نیزوں کے درمیان ہو کر آئے۔ لوگوں کو حکم دیا کہ نہایت تحقیق و احتیاط کے ساتھ ہر فوج کے افراد کو شمار کیا جائے جب آفتاب غروب ہونے لگا جس قدر حضرت نے فرمایا تھا اس سے ایک آدمی کم آیا۔

لوگوں نے حضرت کو خبر پہونچائی آپ نے فرمایا کہ وہ بھی ضرور آئے گا اور وعدہ کو پورا کرے گا۔ ناگاہ دیکھا کہ ایک مرد پیادہ پا آرہا ہے۔ اپنا زاد راہ پشت پر باندھے ہوئے ہے۔ ایک پانی کی چھوٹی سی مشک گردن میں لٹکائے ہوئے ہے اور نہایت ضعیف و نحیف ہے۔ چہرہ زرد و غبار آلود ہے۔ حضرت کی خدمت میں پہونچ کر سلام کیا۔ آپ نے جواب سلام کے بعد نام اور قبیلہ پوچھا۔ عرض کی میں اویس قرنی ہوں یا امیرالمومنین ہاتھ بڑھائیے میں بیعت تو کرلوں۔ فرمایا تم کس چیز پر بیعت کروگے۔ عرض کی اس وعدہ پر کہ آپ کی نصرت میں جان دوں اور اپنا سر آپ کے قدموں پر نثار کروں"

"جنگ صفین" میں جنگ کرتے ہوئے بڑھے چلے جاتے تھے ایک تیر دل پر آن کر لگا اور شہید ہوگئے رحمۃ اللہ علیہ۔ ایک دفعہ زمانہ حیات سرور کائنات میں اپنی ماں سے اجازت حاصل کی ماں نے کہا جاؤ زیارت کرکے چلے آنا۔ اگر حضرت مکان میں موجود نہ ہوں۔ تو نہ ٹھہرنا۔ اویس گئے حضرت تشریف فرما نہ تھے۔ واپس گئے یمن چلے گئے۔ جب حضرت تشریف لائے تو گھر میں ایک نور دیکھا جو کبھی نہ دیکھا تھا دریافت فرمایا کہ دروازہ پر کوئی آیا تھا جواب ملا کہ ہاں یمن سے ایک شتربان اویس نامی آیا تھا اور سلام کہہ کر واپس چلا گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ نور اویس کا ہے خود چلے گئے اور یہ ہدیہ ہمارے واسطے چھوڑ گئے۔

نوٹ ۔ عالیجناب جلالتماب فخرالاماجد والاماثل امیرالامرا امیر ابن امیر ابن امیر ابن امیر ابن امیر ہز ایکسیلنسی نواب محمد یوسف علی خاں بہادر سالار جنگ دام اقبالہٗ و اجلالہٗ انہی حضرت اویس قرنی کی نسل سے ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے آبا و اجداد کے نام کو روشن ہی نہیں کرتے بلکہ چار چاند لگاتے ہیں۔ ممدوح عالیجناب جلالتماب نواب میر لائق علی خاں صاحب بہادر سالار جنگ ثانی کے فرزند ہیں ان کے جد امجد محسن ملت اسلامیہ ہز ایکسیلنسی نواب مختار الملک بہادر سالار جنگ ثانی تھے۔ جنکی وزارت عظمیٰ کے زمانہ میں دولت ابد قرار حیدرآباد نے بڑی سے بڑی کامیابی حاصل کی اور صرف سلطنت حیدرآباد نہیں بلکہ سارا ہندوستان اس محسن اسلام کا مرہون منت ہے۔ خاکسار حیدری بدایونی۔

روضة الصفا جلد ۲ ـ صفحہ ۵۰۹ مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ "چون وعدهٔ مقاتله و هنگام محاربه رسید حضرت امیرالمومنین علیه السلام در مجمع خاص و عام حمد کردگار و درود بر احمد مختار صلی الله علیه و آله وسلم فرمود که ما عترت رسول امین و اهل بیت طیبین و طاهرین ایم. هر سلوک طریق مستقیم وضوح یافته و به نور عنایت ملک قدیم هر ما تافته تجلیات ملت بیضا ضیا و مبانی دین اسلام باهتمام ما استوار شده، عماد شریعت غرا و اساس رکن مقام بتقویت ما پایدار گشته مثل ما مثل سفینهٔ نوح است که هر کرا رکوب آن دست داد از جمیع مخاطرات نجات یافت و هر که اعراض نمود در مهلکهٔ ضلالت و غوایت شتافته. بعد از آن فرمود یا معشر المسلمین محزون و اندوهناک مباشید که فردای قیامت برحمت پروردگار و شفاعت رسول مختار و صحبت اخیار را برخوردار و بهره مند خواهید بود [illegible] باید که در کثرت تلاوت کلام ربانی مبالغه نمائید و ظفر و نصرت از بارگاه ایزدی مسئلت نمائید [illegible] و حزم و احتیاط بجانب خصم فرو نهید بعار عیب هزیمت تن در ندهید و من نهی میکنم شما را از مقاتله مگر آنکه ابتدا و مجادله از جانب خصم باشد و اگر کار باقامت حجت نکشید بحرب اشتغال نمائید و اگر باراده [illegible] آن جماعت منهزم گردند در عقب رفته ایشان را نکشید و از تلاف عضو بریده خصم که در معرکه بنظر شما در آید مثله مکنید و در قتل جرحی [illegible] نکوشید و ایذا و نسوان روا مدارید اگرچه پاس ما یشان بسبب فحش امرا گویا باشد چه زنان ضعیف [illegible] نحیف رای هستند و ما در زمان رسول خدا صلی الله علیه و آله که بر اسم جهاد و اجتهاد می‌نمودیم بایذاء ایشان مامور نبودیم [illegible] و با نه [illegible] زبان [illegible] بگذرانید که ای مسلمانان خوف و خشیت باری سبحانه و تعالی اشعار خود ساخته تقوی را اختیار کنید و صبر و تحمل در پیش آرید و حجاب قلق و اضطراب از پیش روی خود بر دارید و در وقت ضرب شمشیر و طعن سنان دندان محکم بر هم نهید که زخم تیغ آبدار را دفع [illegible] اصابت سنان را بسته از آن مانع نیست. تکمیل ابواب حرب [illegible] تمام اسباب خطوب پردازید و پیش از کشیدن سیوف از نیام تکبیر آن قیام نمائید و بدانید که شما بعین عنایت حضرت سابق الانعام ملحوظ شده و از مصاحبت و موافقت ابن عم خیر الانام علیه الصلوة والسلام محظوظ گردیده اید وظیفه آن که در حمله تکرار کرده هزیمت و فرار را عین عیب و محض عار دانید که انهزام موجب [illegible] عذاب روز حساب است و بعد از تمام وصیت [illegible] الذیل [illegible] در نهج البلاغه [illegible] مسطور است با اولاد کرام و ابن عباس و عبد الله بن جعفر بن ابیطالب و اعیان مهاجر و انصار رضی الله عنهم بجانب معرکه روان شد۔

اویس قرنی رحمة الله علیه دست ارادت در رکاب سعادت انتساب او زده [illegible] مثال ملازمت آن آفتاب سپهر فضل بجمال اختیار کرده روانه شد مروی است که چون لشکر با در برابر یکدیگر صف زده ایستادند شخصی از سپاه معاویه ندا کرد که ای اهل عراق اویس قرنی در میان شما هست جواب دادند که بلے غرض از پرسش

چیست گفت من از رسول اللہ شنیدم کہ فرمود کہ اویس قرنی بہترین تابعین است از روئے احسان۔۔۔

حیدری

سلام

نتیجۂ فکر پرنس کاظم علی میرزا صاحب قمر (اودھ فیصلی لکھنؤ)

وقت پر کام آگئی اے حُر نیری تدبیر بھی
خلد پایا عفو شہ سے ہو گئی تقصیر بھی

پُر اثر تھی کس قدر صغرا کی وہ تحریر بھی
جس کو پڑھ کر رو دئے خود حضرت شبیر بھی

مجرئی جب قتل رن میں ہو گئے شبیر بھی
قید رانڈیں ہو گئیں اور عابد دلگیر بھی

حرملہ تیر سہ شعبہ اور اصغر کا گلا
ایسے بچے کو تو کافی تھی ہوائے تیر بھی

شمع گریاں تھی شب عاشور اکبر لیے
دل کو تھامے رو رہی تھیں مادر دلگیر بھی

کچھ مرقعے کربلا میں آئے بھی مٹ بھی گئے
ایک اس میں تھی رسول اللہ کی تصویر بھی

مشک بھر لی نہر سے منہ پھیر کر عباس نے
بن گئے نقش وفا بھی صبر کی تصویر تھی

شاہ نے کیا کہہ دیا خاموش اصغر ہو گئے
کان میں کچھ کہہ گیا چپکے سے آکر تیر بھی

ننگے سر وہ بی بیاں تھیں کربلا سے شام تک
جن کا پردہ کر چکی تھی آیۂ تطہیر بھی

کوفیوں کو فکر یہ تھی نسل پیغمبر مٹے
کربلا تک شہ چلے آئیں کسی تدبیر بھی

وہ گلستان نبیؐ اور دست ظلم اشقیا
جس کو سینچا سیدہ نے دے کے اپنا شیر بھی

یا الٰہی جلد مشہد کی زیارت ہو نصیب
پھر قمر آنکھوں سے دیکھے روضۂ شبیر بھی

حسینیت اور یزیدیت

(اثر خامہ حقیقت رقم جناب سید محمد باقر صاحب جوراسی جو علمہ یادگار حسینی لکھنؤ میں پڑھی گئی)

اے مجازی عزم تیرے گوش دل نے کچھ سنا
کہہ رہی ہے کیا حقیقت کی زبانی کربلا

کیوں کیا اور کیا کیا ہے ہمت شبیر نے
کھول دی تقدیر کس کے ناخن تدبیر نے

کیا سماں تھا نینوا کے وادی پُر ہول میں
تربیت روح عمل پاتی تھی کس ماحول میں

تشنۂ خون وفا وہ دشت بے آب و گیاہ
ہر طرف باطل بہیمیت کے تا حد نگاہ

نیزۂ آتش فشاں تھی ہر شعاعِ آفتاب
چھید کر مرغِ نظر کو بھی جو کرتی تھی کباب

شعلۂ خورشید کی آ کر جو ٹکراتی تھی ضَو
دے رہا تھا دامنِ صحرا میں ذرہ ذرہ لَو

کھولتا تھا یوں حرارت کے اثر سے آبِ جُو
جوش زن جیسے رگوں میں ہو شجاعت کا لہو

ماہیٔ بے آب کا ہر موج میں تھا اضطراب
فرش انگاروں کا تھا یا آبِ دریا پر حباب

آہ وہ نارِ عطش پر تندیٔ بادِ سموم
شمعِ دیں پر شام کی تیرہ ہواؤں کا ہجوم

اُڑ رہے تھے یوں بخاراتِ زمیں بن کر شرر
تھے پرندے آشیانوں میں سمیٹے بال و پر

گر کے دانہ خاک پر ہوتا تھا بریاں اس طرح
تین دن کی تشنگی میں قلبِ سوزاں جس طرح

اک قیامت اور بھی اس حشر طوفانی میں تھی
آبروئے میزبانی غرق جب پانی میں تھی

دل کے جوہر کھل رہے تھے بند تھا آب و طعام
ظلم سے ٹکرا رہی تھی قوتِ صبرِ امام

خندہ زن تھی جب بشر کی عقل پر حیوانیت
بحرِ غم میں ڈوبتی تھی کشتیٔ انسانیت

تھی حقیقت مذہبیت کی حجابِ اندر حجاب
زہد کی تصویر پر دوڑا ہوا رنگِ شراب

حاکمِ قومِ مسلماں تابعِ نفسِ شریر
باغیٔ دینِ خدا کیدِ شیاطیں میں اسیر

کارفرما دین کے پردہ میں دنیا کا جمال
حملہ ور اعجاز پر سحرِ تمول کا کمال

بیخودی میں کبر کی بگڑا ہوا تھا مزاج
ملتِ بیضا میں شہوانی شریعت کا رواج

ورد تھا یہ دیکھ کر شہ کے دلِ صد چاک میں
نورِ تبلیغِ رسالت مل رہا ہے خاک میں

ہر طرف سے ہو کے اس عالم میں مایوسِ پناہ
ڈالتی ہے آپ پر تہذیب حسرت کی نگاہ

کر کے نذرِ صرصرِ بیداد سارا اپنا باغ
زیرِ دامن لے لیا اخلاق کا بجھتا چراغ

دی گئیں راہِ خدا میں اس طرح قربانیاں
قبلہ رو تھیں خون میں ڈوبی ہوئی پیشانیاں

دے کے اپنے لعل بہرِ زادِ راہِ مستقیم
گردنِ امت پہ رکھا بارِ احسانِ عظیم

اپنے دونوں ہاتھ بھائی نے کئے نذرِ وفا
تاکہ باطل ہو روایتِ بیعتِ اہلِ جفا

دل سے برچھی کو لگا کر سوئے اکبر مثلِ شیر
نوجوانوں کو بتایا ایسے ہوتے ہیں دلیر

یوں ہنسے اصغر جو تیر آیا ستم ایجاد کا
سر جھکا شرم و حیا سے جبر و استبداد کا

جسم تھا انسانیت کا تربیت گاہِ ممات
بھر دیا رگ رگ میں شہ نے خون کا آبِ حیات

کر کے تکریمِ غلام اس بات کو بخشا وثوق
ہر بشر کے ہیں شرافت میں برابر کے حقوق

دست و پا کو کر کے عترت نے رہینِ قید و بند
مقصدِ آزادیٔ دل کی عمارت کی بلند

تھا جو [illegible] غریبوں کا شعار
بعد تیرہ [illegible] لے بھی ہے قائم یادگار

تاجدار کربلا

(از نتیجۂ فکر سید حیدر حسن [illegible] لکھنوی)

(سلسلۂ [illegible] پڑھی گئی خاص سالنامہ اسلامی دنیا کیلئے)

مرحبا [illegible] — تیرے استقلال سے باقی ہے شانِ مصطفےٰ
آ [illegible] کیلئے [illegible] — سجدے کرتی ہے شجاعت آ [illegible] تیرے
وہ [illegible] اور وہ گرمی کا [illegible] — جس کے باعث اڑ رہا تھا دل ہو رہا تھا کیا ملال
اک [illegible] — صبر کا [illegible] اک طرف [illegible] کا کام ہے
واقعہ [illegible] دل رنجور تھا — عہدِ طفلی کرنے والے تو مگر مجبور تھا
گلشنِ اسلام میں اڑنے لگا ہر سو غبار — ذرہ ذرہ ہو رہا تھا مضطرب اور بیقرار
کیوں نہ ہوتے پھر سے رائج آہ اعمالِ قبیح — ہو رہے تھے عام درباروں میں اعمالِ قبیح
جلوہ گر اسلام کے پردے میں صورت کفر کی — بڑھ رہی تھی ہر نفس میں جس سے قوت کفر کی
منظرِ دورِ جہالت یوں نظر آنے لگا — دیکھ [illegible] قلبِ حسینؑ ابنِ علیؑ تھرا اٹھا
اپنے ہاتھوں سے محمدؐ نے لگایا تھا جسے — وہ شجر مرجھائے اور جانِ نبیؐ دیکھا کرے
آزمائش کے لیے باقی یہی تدبیر تھی — سرخیِ افسانہ ہو مظلومیت کے خون کی
لیکے چھوٹے چھوٹے بچوں کو حفاظت کیلئے — آ گیا دارِ عمل میں حق کی نصرت کے لئے
فدیۂ راہِ خدا کس میں تھی یہ تاب و تواں — دیکھے خود اپنی نگاہوں سے قیامت کا سماں
اک طرف کڑیل جواں برچھی کا پھل کھائے ہوئے — شیر سا بھائی کٹیں شانوں کو کٹوائے ہوئے
تیر سے مارا گیا بچہ مگر اللہ رے صبر — اپنے ہاتھوں سے بنائی دشت میں اصغر کی قبر
شانِ میدانِ عمل میں کہہ رہی تھی اور کچھ — ہر مصیبت پر بڑھی چہرے کی سرخی اور کچھ
تین دن کی پیاس میں یہ صبر خالق کی پناہ — کام بس تیرا ہی تھا اے دینِ حق کے بادشاہ

موجزن رگ رگ میں تھا گو خونِ شاہِ لافتا
لیکن اپنے ہاتھ سے چھوڑا نہ دامن صبر کا
اغنیا پر خاص ہیں اے اہلِ عرفاں کیا نہ تھا
وارثِ تیغِ علیؑ کیا دلبرِ زہرا نہ تھا
تیغ قبضے ہیں اٹھائے ظلم اہلِ جبر کے
ہے شجاعت بھی وہی جس میں ہوں جوہر صبر کے
جان اس صورت سے دی کمالات راہِ رضا
خون کے آنسو روتے ہیں آج تک اہلِ وفا
چہرۂ اہلِ محبت کے لئے غازہ ہے غم
آہ تیرہ سو برس گذرے مگر تازہ ہے غم
یوں شکستِ ظاہری میں فتحِ باطن تھی نہاں
جس طرح سے ابر میں ہو مہرتاباں ضوفشاں
قتل ہو کر دی حیاتِ جاوداں اسلام کو
سچ تو یہ ہے رکھ لیا باقی خدا کے نام کو
کٹ رہا تھا حلقِ شہ جب ظلم کی تلوار سے
نعرۂ تکبیر پیدا تھا ہر اک دھار سے
مال و دولت کی تمنا تھی نہ تخت و تاج کی
آبرو رکھنی تھی دینِ صاحبِ معراج کی

چاہے دنیا کچھ لے وہ کام آقا کر گئے
اے صبا حق کی قسم اسلام زندہ کر گئے

سلام

(نتیجۂ فکر نواب محمد معین خاں صاحب بہادر دام اقبالہٗ جاگیردار حیدرآباد دکن خاص اسلامی دنیا کیلئے)

سکوں ایسے تو کب ملتا ہے اس دنیائے فانی میں
مگر ٹھنڈک ملی ہے دل کو اشکوں کی روانی میں
جو بچے دیکھتے ہیں نہر کو تشنہ دہانی میں
ہیں وہ بیں مضطرب پر پا ہو اک طوفان پانی میں
کہا سرور نے رو رو کر علیؑ اکبر کے لاشہ پر
یہ رکی موت ہے ... ... تو جوانی میں
فلک تھرا گیا ابن علیؑ کے آہ و شیون سے
عجب ایما تھا اصغر کا زبانِ بے زبانی میں
علیؑ اکبر کو رن میں بجھ کر کہنے لگے اعدا
رسولؐ اللہ کی شکل ایسی ہی تھی نوجوانی میں
بنتِ حیدر کا غم شہ دیں نے اٹھایا تھا
کہاں تابِ توان باقی تھی اب جسدِ فانی میں
کہا یہ ساتھیوں سے حر نے حق پر جاں فدا کر دو
حیاتِ جاوداں حاصل ہے کس کو دارِ فانی میں
یہی رونا ہمارا روزِ محشر کام آئے گا
جو جا ہیں گے وہ بیٹھے ملکی کی حکمرانی میں

سُنا تا جائے کوئی قصۂ کرب و بلا مجھ کو
نعیم آتا ہے دل کو لطف راحت اس کہانی میں

one thing more and this too seems quite reasonable. They say that the prophet of God was not chosen by the people and no voice regent to any prophet of yore was ever selected or elected by the people, not even by the prophets themselves, there fore the people had no right to chose a caliph for themselves after the prophet of God. The holy Quran makes it quite clear :—"God chooseth messengers from among the angels and from among men. For God is He who heareth and seeth" (Sales Translation Page 335 lines 3). Again we find in the same translation chap XXVIII P. 384 last but 8 lines. "Thy Lord created what He pleaseth, and chooseth freely : but they have no free choice". This has put a dead stop to the choice made by the people for the office of the *Chosen Ones*. I have already mentioned that our Lord Mohammad was declared like unto Moses in the holy Quran as well as in the old Testament and it will be of great help to decide whether a successor or vice regent to the Prophet of Allah was to be chosen by the people themselves or by God. Lord Moses was ordered by God to go to pharaoh and convey his message to him. You will find in this connection a very interesting discourse between God and Lord Moses. Vide Sales Translation Chap XX P. 306 from last but 6 lines on words. Moses requested God to give him a Vazir which is equivalent to the chief administrator of affairs under a prince-a prime minister. When it was not within the power of Lord Moses to appoint his brother 'Aaron' as his minister, how could possibly the people have done so after the holy prophet. If you could give me a further chance of explaining things to you still more clearly, I will spare no pains to do so and trust you will be convinced to the bottom of your heart *that the difference* which is more or less nominal has no footing.

The word Shia means a friend, a follower in faith, and this has become the name of those who love the Children of Ali & Fatima (The latter being the dearest child of the prophet of Allah.) and follow them. The Sunnie learned men from the very

Rest on the back of the title.

essential even if the prophet of God did not nominate any body, during his life time. Omar the great stretched his hand and took an oath of feality for Abubakr who first tried to take a similar oath for Omar as the latter was more powerful in the eyes of the former. But Omar compelled him to submit to his will and said that he will help him with all his power

Thus the appointment of a caliph was brought into effect. The shias on the other hand say that 'Ali' was nominated and proclaimed as heir apparent on the very day the holy prophet declared his prophet hood While addressing his kinsmen the prophet of God explained as such :— I have been commissioned with a heavy work and wish that some one from among yourselves should come forward and become my helper. He will be my brother, My "Vice regent, and my Vazir in this world as well as in the next world." Ali who was of 13 years only–Volunteered himself for that office. He was accepted as such by the holy prophet then and there. This you can find in nearly, every biography of the holy prophet. Rt. H'ble Sir Amir Ali in his book 'A short History of Saracens, has mantioned that Ali Son of Abu Talib possessed all qualifications necessary for a perfect muslim and that he was second to none saw one (the prophet) who preceded him or those who followed him. On the Night of the prophets flight to Medina he slept in the prophets bedding. On another occasion in Medina while the prophet was going on an expedition to Tabuk, Ali was left incharge of Medina as the prophet vice regent and last of all while returning from his last pilgrimage, the Prophet of Allah declared with great preparations at ghadeer-I-Khum that Ali was the master of every living soul of whom he (the prophet) was a master. Besides, Ali had in him all qualifications which could justify his succession to the Prop het ofGod. His knowledge of the Book of God-the Koran knew no limits. His courage and patience in the battle field was examplary. His other qualifications were just as those of the prophet of God, and so he had every superiority to those who were in his time, after the prophet of God The Shias says

supports my claim (Vide George Sales Translation of the Quran Chap. XXI P. 326 Line 3). He was like unto Moses (Vide Sales Translation P. 558 lines 14, 15 Chap L XXIII) as mentioned in the old Testament. He testified to the statement of Lord Christ and possessed all qualifications necessary for the comfortor. (Vide Chap. XI X P 298 Sales Translation) The qualifications necessary for the confortor canbefound in the Holy Quran in different places and if necessary I can trace them invariably. The thing that our Lord Mohamad was the last of all the world teachers is also evident from the Quran e So for the Budhists, Jews & Christions it remains in evitable to belief in the prophet-hood of our Lord Mohamad as otherwis they will not be believing in these 3 great personalities who foretold all about this last messenger of God. It should also be mentioned here that 'Islam' is not the religion of any particular class of people or that it came into existence only about 14 centuriecago. The word Islam means submission and resignation to the will of God and there fore it must have its origin in the very begining of the uninverse. If required I shall throw light on this part later. During the life time of the holy prophet there were not subsects in Islam. It was only just after the departure of the Great World Teacher from this world-that some differences arose. Here comes the difference between the Shias & Sunnis.

After the sad demise of the holy prophet, his son in law cousin and most adherent disciple-Ali was busy in making funeral, arrengements, while some of the emigrants (who came from Mecca along with the prophet) and the helpers (the people of Al-Medina who helped and sheltered the prophet after his flight to Medina) hurried to a place which is known as 'Saqifa-i-Bani Saeda' and quarrelled among them selves as to who should succeed the prophet. The Meccans wanted one from among themselves and the Medinies wanted one from their own people. Not one single soul could claim tne great honour for himself on account of merits and personal qnalifications which was most

next Budha will be maitreya a Budha, the Budha of kindness". From the above it is evident that Lord Budha was not the last of the series of prophet hood and the Budhists, if they believe in the teachings of Lord Budha must believe in the maitreya Budha who came to this world to revive the forgotten truth. After Lord Budha two other great persons appeared in this world. They were Lord Moses & Lord Christ. These too in their turn taught the same lesson to their people, but none of them claimed that he was the last of the series of world teachers Budhas or prophets. In old Testament Detronomychap. XVIII. Verses 15 & 18 you will find that Lord Moses told his people that a prophet will be raised from among his brotheren like unto him and that the word of God will be put into his mouth. Lord Christ came after Moses, but he too did not claim to be the last messenger of God. You will find in St. John-chap 7 that the gews were awaiting the appearance of 3 great personalities ie Christ, Ellios and that prophet. Again in the same book chap. XIV in different Verses we find that Lord Christ told his disciples that it was expedient for them that he should go away because if he would not go away the comfortor will not come. The qualifications and the duties of the comfortor given in the holy book prove that he (the comfortor, would have preference over Lord Christ as his work would have been heavier and more important The comfortor, Lord christ-said, would 1) Testify of him (2) He will guide them into all Truth (3) He will teach them all things (4) He will bring things to their rememberance what so-ever Lord Christ taught them. (5) He will show them things to come. (6 He shall abide with them forever. (7) And he shall not speak of himself, but what so ever he shall hear that he shall speak unto them etc According to the teachings of these two great teachers, the gews & the Christians should try to find out who that Great Teacher Could be, who is like unto Moses according to the old Testament and the Guide into all truth with all the above qualifications given in the Holy Bible. Our Lord Muhamad was the Matterya Budha as mentioned by the great Guatama and the Holy Quran

inclination towards Budhism. At the same time he is very anxious to know the difference between shias & sunnis the two great sects of Islam. I promised to write a letter to his European friend as soon as I reach home and send him a few pamphlets in english I could not do so as yet owing to ill health and other hinderences. I have come to Hyderabad for a few days and fortunately got time here to write the promised letter. I will send it on tomorrow, the 17th January and shall publish the same in my magazine. I am not desclosing the name of that officer and if I am permitted I will do so afterwards. I shall however publish his reply if any received to gether with my remarks in the next issue. The following is the text of that letter :—

Dear brother in Islam. Peace be upon you and on us all. It was only on the 1st instant that one of my friends Mirza Nisar Husain told me something about you. I was too busy that day and had to leave Lucknow the same evening, there fore I could notget an opportunity of either approaching you personally or writing this letter-earlier. I trust you would not mind my addressing youon matters concerning Islam. I was much delighted to larn that you joined the ranks of Islam out of your own free will and choice and because I have been told that you are desirous of knowing the difference between the two great sects of Islam "Shias & Sunnis" I am taking the liberty of explaining thing to you. I have also been told that you have some inclination towards Budhism. I must tell you something in this connection first Lord Budha claimed prophet-hood for himself as would appear from a perusal of Encyclopaedia Britanica Vol. IV P. 427 Ninth edition. The exact words are "The Historical Budha, the Gautama of this article, taught that he was one of a long series of Budhas who appear at intervals in the world. and all teach the same doctrine After the death of each Budha his religion flourishes for a time and then decays and is at last completely forgotten until a new Budha appears who again preaches the lost truth or Dharma. The

An important letter.

While returning from Calcutta after Ashoora I had to deliver a lecture in connection with the annual majlis of Prince Bahram Ali Mirza Br. (ex Royal family of Oudh) in Golagunj Lucknow on 14th of Moharram last. I had done the same work at Fyzabad on the preceding night. Both these sermons were much appreciated. The subject dealt with at Fyzabad was "Islam is the natural religion of man". and Mr. M. B. Ahmad I. C. S. Distt. and Sessions Judge Fyzabad along with so many other Civil, Judicial and military officers enjoyed the sermons very much and expressed their utmost appreciation. Mr. Bashir Haider, city magistrate, Fyzabad took a good deal of interest in me and went to the Ry. station to make all comfortable arrangements for me in the train which was in the yard at that time (1. A. M.) and had to leave Fyzabad early in the morning. S. Sajad Husain Spl. Manager Court of Wards Lorepore House arranged for this majlis in honour of the departed soul of his worthy father Mir Baker Husain Dy. Collector.

The subject dealt with at Lucknow was (The Philosophy of Life and Death). For full 2½ hrs. I explained the philosophy of life and death as taught by the Holy Quran. Indeed it was a select gathering the house being full to the capacity. Hundreds of people desirous of hearing me returned home for want of accomodation as they were rather late. The sermons started punctually at 8 P. M. It was so much appreciated that the university and college students used to come to me the whole next day and with great difficulty I was able to reach station in the evening. The educated youths were desirous of remaining with me for some hours more, if I had any time at my disposal.

By the way one of them Mirza Nisar Husain told me about one of his European friends who is a man of very high position already in service that he embraced Islam sometime a go and it is only a few months that he is showing some

days after his joining the ranks of Islam. It will give much satisfaction to our readers when they will see that within a few day's training from Maulana Haidari Mr. Hosen Wells was able to understand the difference between Husainism and Yazidism He is now busy in propagating Islam in Oceania and we pray to Almighty God that he may be spared for a long time to serve the noble Cause. *(Editor)*

"Hosain"

1 Pitched upon the scorching desert the tents of Hosain lay
Emcompassed round with Satans Hounds
upon that black Sad day.

2 They numbered less than eighty strong.
Women & children too.
Whilst Yazid's thousands stood around
a waiting the fiend's lue.

3 Driven away from the cooling stream,
His children wailing for water.
Awaiting with Patience extremely sublime
Like sheep for the butcher's slaughter.

4 Oh ! how valiantly fought that pitiful Few,
Against Yazeeds vile murderers.
Fought with a courage unequalled in Time
Fought with a Fierceness that was surely divine

5 The earth quaked and trembled as noon drew near
But still the surivors knew no fear.
Bnt Fewer and Fewer Grew that pitiful band.
For Islam, and God, and Hosain, they Stand.

6 At last, all were dead, the evil had won.
Blood red sank down the merciless Sun,
Trampled and torn lay the Gallant Hosain.
For Islam & God, the Faithful were Slain.

Hosain Wells Singapore June 28

God and his message who had inspired it as he believed and enjoined constant thought of Eternal Glorification People from all parts of Arabia were attracted towards him to hear him deliver the message of Allah which was destined to dispel the gloom of irreligious life they were living under and which led to the building up and expansion of a great Islamic Empire which quickly sprang into prominence during the course of the advancing years. It is an incentive to the attainment of the blessing and manifestation of spiritual life. His divine nature and sacred belief in the one Supreme God became so exuberant that he was unanimously proclaimed to be the greatest religious preacher and reformer of his time. He rose to power not by his love for aggrandisement or due to self adoration but by his patience, forbearance and by his sense of duty to God in whose admitted existence and true worhip he proved rested the ultimate salvation of the soul. By his acts of holiness, kindness and generosity to God's creatures he won the admiration of all who came in contact with him and who were persuaded by his guiding authority to follow the path of righteousness in expectation of the reward which their trustfulness in God has in store for them. Islam is a religion pure and simple which prescribes the best manner in which the mind can be concentrated towards the direction of the Lord Almighty by adherence to that form of obeisance to be adopted being essentially necessary in the observance of the worship of God. The great Arabian Prophet has thus placed be-fore mankind a faith which must remain unchallenged for all time as a result of the work of inspiration through the medium of which came to him the realisation of what he sought to discover implanted in the heart of his conviction that there is no God but one and that Mohammad is His Prophet.

In some previous issue of the Islamic world our readers have seen Mr. Hosain wells Contribution "Why I embraced Islam."

In our present issue we are publishing an elegy composed by Mr Hosen Wells at Singapore is 1928, only a few

translate first volume which will be published in due course and it is expected that persons interested in religion of God will find it most impressive, instructive and useful in this world and here after. To me it appears as an inspiration as the whole book corresponds with either the word of God or that of His Prophet and other saints.

L. A. Haidari
25. 4 45.

Note :—Weare really sorry that owing to press troubles and other difficulties this issue is also published very late *(Editor)*.

It was complete knowlege of universal Truth that enable-ed the Holy Prophet of Arabia (Peace be on him) aided by Divine Grace to reach the illumined height of enlightenment through which was transmitted a revelation proclaiming him to be the messenger, of God sent forth to preach a sacred creed that would serve to be for the benefit of the world during its life's existence to the day of judgement. Thus the Great Messenger of God with the supernatural powers that he possessed and which has been clearly shown in the accomplishment of the stupendus task he set himself to perform resigned himself to implicit compliance with Holy Command of the Lord Almighty. The fame of the Holy Prophet of Arabia began to spread with amazing rapidity far and wide who after years of meditation supported by Divine Power was able to lay thread-bare a Doctrine which was readily accepted and which is wholly responsible for the success Islam has through centuries gradually continued to meet with. There was no sophism, no mystery concealed in his eloquence but display of profound erudition comprehensible to all. There was instead instructions on the True Faith in the conception of a devotee. He pleaded humility before God, piety and reverence to His will. He condemned corruption and self abuse against precept of religion which was but too prevalent at the time. He spoke of the allurement of evil foreboding and how to encounter it, of tenderness in home duties and abroad, attention to unrestricted reliance in

THE ISLAMIC WORLD
BUDAUN. U. P.

Vol. 8 | March 1945. | No. 5

Sanctity of Religious Teaching

By our Patran

H. H. Amirul Omara Nawab Sir Wasif Ali Meerza Bahadur (Oxon.)

K. C. S I., K. C. V. O.

It is a fact that most of the rulers of Native states and Nobles or Chiefs have not had occasion to obtain high Education in Western Countries and some, if not many, have very little care for religion or acquiring religious Knowledge. Blessed are those who inspite of state affairs and public engagements are very careful about their religion, more specially in cases where there is sufficient Western Education also. If I am not exagerating Amirul Omara, His Highness Nawab Sir Wasif Ali Meerza Bahadur K. C. S. I. K. C V. O. (Oxon) the Nawab Bahadur of Murshidabad holds a very high rank in the list of religions Minded, well Educated and qualified Nobles of India. It was only a short time that we published a presidencial address of His Highness in our Magazine and now we are proud in publishing a thesis from this great personality bearing the title of 'Sanctity of Religious Teaching. Although it is a short thesis yet it speaks volumes of the high religious mindedness and Vast Knowledge of the author. We trust other Islamic papers will copy it out or publish its translation that this may have widest circulation. His Highness has written in 2 volumest a most valuable book 'A minds Reproduction'. We have under taken to

begining have been claiming the title of Shia for themselves. I am awfully sorry I have written a very lengthy letter. Kindly excuse me, but if there is anything which requires further explanation you may please write to me at my above address. I have come to Hyderabad Deccan for a few days and go back home soon. I am herewith enclosing 2 booklets which may be of some interest to you. Kindly go through them at your leisure and let me know your opinion about the same.

Your's faithfully.

M. Liqai Ali Haidari

Muslim Missionary.

CONTENTS.

Regd. No. A. 378.

UNDER THE KIND PATRONAGE OF

HIS HIGHNESS, AMIRUL OMARA NAWAB SIR WASIF ALI MEERZA BAHADUR K.C.S.I., K.C.V.O.,

NAWAB BAHADUR OF MURSHIDABAD

THE ISLAMIC WORLD

BUDAUN. U. P.

Vol. 8. | MARCH 1945. | No.—5.

ANNUAL SUBSCRIPTION.

INDIA RS. 6/-	SINGLE COPY (INDIA) -/10/-
FOREIGN RS. 8/- or 10 sh.	FOREIGN 1/- or 1. (sh. d.)

CHIEF EDITOR
H. A. Bdr.

MANAGER & PUBLISHER
ALI ASHRAF
Kazi Tola, BUDAUN,

Printed by L. Ram Saran Lal Rastogi at the Shanti Press, Budaun.

رجسٹرڈ نمبر اے ۳۷۸

رجسٹرڈ نمبر اے ۳۷۸

اسلامی دنیا بدایوں

چیف ایڈیٹر
حسن افضل بدر

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

اسلامی دنیا

زیر سرپرستی

حضرت قمر الواعظین لسان الملّت ناصر الشریعت ثقتہ الاسلام مولانا مولوی محمد لقاء علی صاحب حیدری مدظلہ العالی

زیر حمایت

حضور عالی امیر الامراء ہز ہائی نس نواب سر واصف علی میرزا بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کے۔ سی۔ وی۔ او نواب بہادر آف مرشد آباد دام اقبالہ

مُدیر مسئول حسن افضل بدر

جلد ۱	بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۴۳ء	نمبر ۴

فہرست مضامین

شذرات

"اسلامی دنیا" پر کاغذ کی ناپیدی اور گرانی کا ایسا اثر پڑا ہے کہ مہینوں غیر حاضر رہنے کے بعد نظر آتا ہے فیصدی ایک خریدار رسالہ ایسے ہیں کہ جنکو اس کی غیر حاضری اور دیر حاضری محسوس ہوتی ہے اور کبھی کبھی حرفِ شکوہ وشکایت زبان پر جاری ہو جاتا ہے جس سے ہم کو شرمندگی بھی ہے اور رفع ندامت کی کوشش کے باوجود کامیاب نہونے پر افسوس ہے۔ بہزار دشواری اس پرچے کے واسطے کاغذ فراہم ہو سکا ہے۔ لوکل گورنمنٹ کو پھر درخواست بھیجی ہے اگر کوئی مناسب انتظام ہوگیا تو انشاءاللہ فوراً رسالہ وقت پر شائع ہو سکے گا۔ لیکن حد درجہ کی ناشکرگزاری ہوگی اگر ہم اُن ہمدردان رسالہ کا شکریہ ادا نہ کریں جنہوں نے بغیر کسی تحریک خاص یا اپیل اعانت کے اپنے رقوم چندہ اعانت نہایت فراخدلی اور بلند حوصلگی کے ساتھ مرحمت فرمائے۔ نہ ہم فہرست شائع کرنیکے عادی نہ ہمارے ہمدردان اعلان اور اشتہارات کے خواہشمند ورنہ ہمارے پاس ایسی زریں فہرست ہے جو اس کساد بازاری کو زمانہ میں کسی معاصر رسالہ یا اخبار کے پاس نہیں ہے۔ بہرحال ہم ان تمام حضرات کیواسطے صمیم قلب سے خیر و برکت کی دعا کرتے ہیں اور جن حضرات نے اب تک رسالہ کو شکریہ کا موقع نہ دیا ہے ان کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ جس قدر رقم اُن کے ذمہ واجب ہو وہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرماکے شکرگذار فرماویں اور جن حضرات پر رسالہ بار ہو وہ صرف "انکاری" لکھکر واپس فرماویں۔ رقم واجب ادا کرنا چاہیں بھیج دیں نہ ادا کرنا چاہیں لکھ بھیجیں کہ ہم کچھ نہ دینگے ہم آپ کا حساب بیباق لکھدیں گے۔ ہمکو نہ اس رسالہ کے ذریعہ سے تجارت کرنا ہے اور نہ شہرت اور نام پیدا کرنا ہے بلکہ خدمت دین کا شوق ہے جس وقت بھی جس قدر بھی ممکن ہے کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ قلمی اعانت کرنے والے حضرات بھی خاص توجہ فرماویں دام کم وصول ہوں یا زیادہ جیب سے خرچ کرنا پڑے یا رسالہ اپنے بار کا خود متحمل ہو لیکن بغیر قلمی اعانت کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جن حضرات نے اب تک مدد فرمائی ہے وہ اور زیادہ توجہ فرمائیں اور جو حضرات قلم "دین حنیف" کی خدمت ضروری سمجھتے ہیں وہ بھی قلمی اعانت فرماویں اور ہمارے شکریہ اور خالق کائنات سے اجر کے مستحق ہیں۔ والسلام

(خاکسار حسن افضل بدر چیف ایڈیٹر)

(۲) بعض اہم مضامین کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ لیکن کاغذ کی نایابی اور دفتری مشکلات کے باعث اب تک اُن سلسلوں کو معطل رکھنا پڑا۔ انشاءاللہ کاغذ کی دقت دور ہونے پر رسالہ کا حجم بھی زیادہ کیا جائے گا اور ہر سلسلے کو باقاعدہ جاری رکھا جائے گا۔ جن حضرات کے اہم مضامین کا صرف تذکرہ ہو کر رہ گیا ہے۔ ان سے شرمندگی کے ساتھ معذرت چاہتے ہیں۔ بہت جلد تمام سلسلے باقاعدہ شروع ہو جائیں گے۔

(۳) حضرت قبلہ واعظین مولانا الحاج علی حیدری مدظلہ العالی کے حالات سفر سننے کے اکثر احباب مشتاق نظر آتے ہیں اور دفتر میں بکثرت خطوط اس مضمون کے موصول ہوتے رہتے ہیں کہ حضرت علامہ موصوف کے اہم خطبات اور ڈائری رسالہ کے اوراق پر شائع ہوا کریں تاکہ شائقین کو اطمینان حاصل ہو اور جناب ممدوح کے افادات سے رسالہ ملاحظہ کرنے والے حضرات بھی مستفید ہوں۔ اس لئے ہم گذشتہ تین چار ماہ کے حالات سفر جو بدقت حاصل کر سکے ہیں اس نمبر میں شائع کرتے ہیں۔ آئندہ بھی حضرت قبلہ واعظین مدظلہ العالی کی ڈائری اور اہم خطبات شائع کرتے رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ڈائری کا اقتباس انگریزی میں درج ہوگا۔ کیونکہ وہ انگریزی زبان میں ہے اور اگر وقت میں گنجائش ہوئی تو اس کا ترجمہ آئندہ اشاعت میں شائع کریں گے۔

حضرت علامہ کی تقریریں جس قدر ہوئیں ہیں وہ سوائے ایک کے سب اردو زبان میں ہیں۔ ان سب کو درج کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہوگی۔ اس لئے اہم خطبات کے عنادین اور حاضرین بزم یا داعیان کے تاثرات بالفعل درج کئے جائیں گے۔

(۴) نومبر کے مہینہ میں بوجہ ناسازی مزاج کسی مقام پر نہ جا سکے۔ شیعہ یوتھ لیگ دھلی کی دعوت پر ۲ دسمبر کو روانہ ہو کر ۸ دسمبر ۱۹۴۳ء کو ایک کالج ہال میں موضوع "تحفۃ الوداع" پر ایسے فاضلانہ پُر مغز اور مدلل و مبرہن تقریر فرمائی کہ صدر جلسہ آنریبل نواب سر محمد یامین صاحب خانصاحب بہادر ایم۔ ایل۔ اے (سنٹرل) نے مجمع کے روبرو فرمایا کہ موصوف نے ایسی تقریر مدلل اور عالمانہ کسی جلسہ میں کبھی نہ سُنی۔ حاضرین بھی بیحد متاثر ہوئے حضرت مولانا مدظلہ کی تقریر سے قبل چند نظمیں پڑھی گئی تھیں جس سے جلسہ کی اہمیت اور پر درد تعزیزی کا اندازہ ہو سکے گا۔ نمبر ۱۔ عالیجناب کنور مہندر سنگھ صاحب سحر۔ پی۔ سی۔ ایس دھلی نے مندرجہ ذیل رباعیاں پڑھیں مجمع پر وجد کا عالم طاری تھا۔

نمبر ۱

ہم پر جو سایۂ شہِ عالی جناب ہے
سر سبز کشتِ عمل ہو تو شاداب نخل دل
فکر اجل نہ کچھ غم لو زحساب ہے
اک بارش کرم نگہہ بوتراب سے

نمبر ۲

رحم آشنا ہیں۔ دشمن جور و جفا ہیں آپ
کیا کر سکیں گے دشمن ایمان و آگہی
باطل شکن ابھی ہیں ابھی حق نما ہیں آپ
ہر بیشۂ حیات میں مشکلکشا ہیں آپ

نمبر ۳

بحر عطا ہیں گوہر جود و سخا ہیں آپ
کیا خوف انقلاب زمانہ سے اے سحر
شمع نگاہ۔ مشعل دل۔ رہنما ہیں آپ
مشکل اگر ہے زیست تو مشکلکشا ہیں آپ

(۲) جناب کنور صاحب کے بعد چودہری ڈگمبر پرشاد صاحب گوہر صدر شاعر سبھا نے حسب ذیل قطعات ارشاد فرمائے جو بیحد دلچسپی اور جوش کے ساتھ سنے گئے ہر طرف سے صدائے تحسین و آفرین بلند تھی۔ موصوف

حضرات آغا شاہ قزلباش مرحوم کے جانشیں ہیں۔

یہ معجزہ فصل بہاری نکلا
یہ زخم ہر ایک قلب میں کاری نکلا
مسلم ہی نہیں ہے ترا خادم مولا
ہندو بھی ترے در کا پجاری نکلا

آزادی خیال کی قدرت ہمیں بھی ہے
حیدرؑ کے نام پاک سے نسبت ہمیں بھی ہے
موقوف مسلموں پہ نہیں الفت علیؑ
آقائے دوجہاں سے عقیدت ہمیں بھی ہے

تجھے نور قدرت مالک تقدیر پوجینگے
وہ اپنے گوشہ دل میں تری تصویر پوجینگے
کسی مذہب کے پیرو ہوں کسی مذہب کے دیوانے
بہر صورت تجھے اے حسن عالمگیر پوجینگے

نظر آتا تھا کعبہ پہلے تو تصویر بتخانہ
ہوں دی انتہا یہ بہرِ تقادیر بتخانہ
علی پیدا ہوئے کعبہ میں یوں خالق کے ایما سے
کہ ہو جائے خدا کے نور سے تطہیر بتخانہ

حضرت گوہر کے بعد جناب نواب آل لطیف صاحب نے اپنی معرکۃ الآرا نظم پڑھی جو آئندہ شائع کی جائے گی ابھی ہمارے دفتر میں موصول نہیں ہوئی ہے۔ اس کے بعد دو گھنٹے سے زیادہ [illegible] قبلہ واعظ نے ایسا معرکۃ الآرا خطبہ ارشاد فرمایا جو اپنی نظیر آپ ہے انشاء اللہ اشاعت آئندہ میں ناظرین [illegible] اس کے ملاحظہ سے لطف اٹھائیں گے۔

حضرت علامہ دہلی سے واپس آکر عشرہ محرم کے واسطے خوجہ اثنا عشری جماعت دوارکا و پارٹی کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ آپ کے مواعظ حسنہ کا اثر ایسا ہوا کہ بہت سے اشخاص پابند نماز ہو گئے۔ ۱۲ و ۱۳ محرم کو جلسہ ہائے عام میں قصبہ راجولا میں نہایت کامیاب تقریریں فرمائیں۔ غیر مسلم حضرات کافی تعداد میں شریک تھے۔ اور حد درجہ متاثر ہوئے۔ کاٹھیاواڑ کے سفر سے واپسی پر پہلے [illegible] لوٹ بدایوں میں ایک تقریر صرف مستورات کے واسطے فرمائی۔ موضوع تقریر عورت کا درجہ اسلام میں تھا۔ بانی [illegible] رضا جعفری تھیں۔ جناب جعفری صاحب یوپی گورنمنٹ کے انڈسٹریز کی سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ یہ مجلس بے حد مقبول ہوئی اور حاضرین نے بیحد اثر لیا۔ ۲۱ محرم کو نواب لطیف نواز جنگ بہادر کا حیدرآباد سے تار آیا کہ ۲۲ محرم کی مجلس کے واسطے جناب مولانا کا انتظار ہے فوراً آپ براہ دہلی حیدرآباد تشریف لے گئے [illegible] وہاں قیام [illegible] عرصہ میں تقریباً پچاس تقریریں کرنے کا موقع ملا جن میں بعض بہت اہم تھیں۔ مجالس میں حاضرین کی تعداد کثیر رہی۔ ہر مذہب و ملت کے افراد نے یکساں اثر لیا۔ بعض [illegible] حضرات نے فرمایا کہ اس قسم کی تقریریں تو عثمانیہ یونیورسٹی

میں ہونا چاہیئے تھیں۔ وقت میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے جناب مولانا زیادہ قیام نہ فرما سکے اور براہ بمبئی کمبھات تشریف لے گئے۔ وہاں سے احمد آباد۔ ویرم گام۔ کھنڈوا۔ آگرہ تشریف لے گئے۔ ہر مقام پر نہایت کامیاب اور بصیرت افروز تقریریں فرمائیں۔ آگرہ سے بدایوں۔ مظفر پور۔ سیتامڑھی۔ کلکتہ۔ پٹنہ تشریف لے گئے۔ قریب قریب ہر مقام پر متعدد تقریریں کرنے کا موقع ملا۔ پٹنہ میں ایک اہم جلسہ میں تقریر کا وعدہ لیا جارہا تھا۔ لیکن وقت میں گنجائش نہونے کی وجہ سے قیام نہ فرما سکے۔ جن مقامات سے تحریریں وصول ہوئیں وہ انگریزی یا اردو کے حصہ میں اپنے اپنے مقام پر درج کی جاوینگی۔ انگریزی تحریروں کا ترجمہ آیندہ بشرط ضرورت شائع کیا جائے گا۔

اب تک حسب ذیل تحریریں دفتر میں موصول ہوئی ہیں۔ کھنڈوا (انگریزی) مظفر پور (اردو) سیتامڑھی (انگریزی) کلکتہ (انگریزی) کلکتہ میں آل انڈیا ریڈیو پر ۲۹ مارچ کو موضوع "اسلام اور جاپان" پر معرکتہ الآرا تقریر کی۔ کلکتہ میں مختلف مقامات پر حضرات نے سنی اور بے حد پسند کی گئی۔ انگریزی حصہ میں وہ تقریر رسالہ ہذا میں درج ہے۔ اس کا ترجمہ اشاعت آیندہ میں بشرط ضرورت پیش کیا جائیگا۔ مظفر پور سے آئی ہوئی تحریر درج ذیل ہے۔

(نوٹ) ہم نے اعلان کیا تھا کہ اس پرچہ کو باتصویر شایع کریں گے لیکن کاغذ کی نایابی نے مجبور کردیا۔ آرٹ پیپر ناپید ہے۔ اور کوئی دوسری قسم کا عمدہ کاغذ جس پر تصویریں چھپ سکیں اب تک دستیاب نہو سکا۔ بلاک تیار ہیں صرف کاغذ کے ملنے کی دیر ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد شایع ہونگے مولانا ابوالکلام آزاد کے رسالہ شہید اعظم کا جواب محققانہ لکھا گیا ہے عنقریب شایع ہونے والا ہے۔ ملک کے دوسرے نامور رسائل نے بھی اعلان کیا ہے لیکن انشاء اللہ ہمارا جواب سب سے علیحدہ اور اپنی قسم کا پہلا ہوگا۔

منیجر

(تحریر ڈاکٹر خان بہادر مولوی سید علی حسین صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی بالقابہ مظفر پور)

از نواب سید محمد تقی خان صاحب مرحوم

مظفر پور۔ صوبہ بہار
۳۰ مارچ ۱۹۴۳ء

۱۸ مارچ ۱۹۴۳ء کو شہر مظفر پور میں بھومیہار برہمن کالیجیٹ اسکول کی سیرت کمیٹی نے جلسہ میلاد النبیؐ کا انعقاد کیا۔ اور راقم خاکسار کو اس کا صدر چنا۔ اس جلسہ میں بہت کثرت سے ہر طبقہ کے ہندو مسلمان شریک

تھے۔ اور اس جلسہ میں تقریر کرنے کے لئے خصوصیت سے جناب مولانا مولوی نثار علی صاحب حیدری بدایوں سے زحمت سفر گوارا فرما کر تشریف لائے تھے۔ جناب مولانا صاحب موصوف نے اس جلسے میں دو گھنٹے اسلام و بانیٔ اسلام کی تعلیم و تبلیغ پر اپنے خاص رنگ میں روشنی ڈالی اور خصوصیت سے غیر مسلمین کا اقوال پیش کرکے یہہ ثابت کیا کہ اسلام کیا فطری مذہب ہے۔ اور کیسی فطری تعلیم ہے اور ان جناب کے کیسے اخلاق حمیدہ ہیں جسے غیر مسلمین بھی بغیر سراہے نہیں رہ سکتے۔

ایسے جلسے میں جسمیں ہر طبقہ اور ہر خیال اور ہر مذہب کے لوگ جمع ہوں۔ جناب مولانا ہی کی خصوصیت ہے کہ ایسی تقریر فرمائیں کہ نہ کسی کے لئے دل آزار ہو اور نہ کسی پر حملہ بلکہ ہم میں رواداری کی انتہائی مثال پیش کی گئی ہو۔ جسے غیر مسلمین اور مسلمین نے تمام وقت نہایت شوق کے ساتھ سنیں اور تصویر حیرت بنجائیں۔ ہم لوگ سب کے سب بصدق دل جناب مولانا کے لئے دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم آپ کو طول عمر عطا فرمائے تاکہ جس طرح آپ کی زندگی کے زیادہ حصے خدمت دین و مذہب میں صرف ہوئے ہیں اور آپ نے اسلام کا مبارک پیغام ہندو بیرون ہند میں اکثر مقامات پر پہنچایا ہے۔ ایسے مقامات تک بھی مولانا کے مشنری کارنامے پہنچیں جو ابھی تک اس فیض سے محروم ہیں۔ آمین آمین۔ حررہ احقر العباد۔ خانبہادر ڈاکٹر سید اعجاز حسین جعفری کان اللہ لہ (پی۔ ایچ۔ ڈی)

ریویو

دنیا جس شدید دور ابتلا سے گزر رہی ہے وہ محتاج تفصیل نہیں ہے۔ اس زمانہ میں ہر سرزمین کے باشندے معرض امتحان میں ہیں اور خصوصیت کے ساتھ ہندوستان کے۔ ہندوستانیوں کے لئے یہہ دور نہایت صبر آزما۔ ہمت شکن اور مصیبت افزا ہے۔ اس کی وجہ صرف ایک ہے اور بس۔ یہاں کے باشندے مختلف العقائد اور مختلف الخیال ہی نہیں ہیں (کیونکہ یہہ مصیبت تو ہر ملک میں موجود ہے) بلکہ مختلف القوم بھی ہیں۔ یہہ آخری صفت اس امر کا باعث ہے کہ اہل ہند کسی وقت بھی اطمینان و سکون کی سانس نہیں لے سکتے۔ دنیا میں جتنے بھی ملک ہیں وہاں کے تمام باشندے اس ملک کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ ایران کے رہنے والے ایرانی عربستان کے رہنے والے عرب۔ جرمنی کے رہنے والے جرمن۔ انگلستان کے رہنے والے انگلش وغیرہ لیکن یہاں اگر بیرون ہند کا رہنے والا کوئی سیاح آئے اور کسی ہندوستانی بندرگاہ

پر جہاز سے اترنے اور اس مقام کے باشندوں میں سے کسی سے ملاقات ہو اور دریافت کیا جائے کہ جناب کی شان نزول کیا ہے تو وہ بلا تکلف کہیں گے اگر ہندو دھرم کے ماننے والے ہیں کہ وہ برہمن چھتری یا ویش ہیں۔ اور اگر سائل کو مذہبی رجحان والا دیکھیں گے تو فرمائیں گے کہ وہ سناتن دھرمی۔ آریہ۔ جینی وغیرہ ہیں اگر عیسائی ہوں تو وہ انگلو انڈین بتائیں گے۔ کیونکہ نسلی اختلاط کے باوجود ملکی تفاخر کا جذبہ ابھی ابھی باقی ہے لیکن اگر خدانخواستہ مسلم ہوئے تو پھر قیامت ہے۔ صرف اپنا مختصر پتہ نہ بتائیں گے بلکہ جس قدر دوسرے فرق اسلامیہ ہیں ان سب کی شرح کر دیں گے۔ ان کی بلا سے پوچھنے والا گھبرا لے تو گھبرائے وہ تو اپنا فریضہ ادا کر دیں۔ اس ملک کے رہنے والے کس طرح اطمینانی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اگر ہندوستانی زندہ ہو اور زندہ رہنا چاہتے ہیں تو یہ نہ کہیں بلکہ عمل کریں تو سارے ملک میں امن وسکون ہو سکتا ہے اور دنیا کا کوئی انقلاب اہل ہند کی عافیت کو برباد نہیں کر سکتا۔ جو لوگ کاروباری زندگی بسر کرتے ہیں وہ صرف اس قدر چاہتے ہیں کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوں چاہے کوئی ذریعہ اپنی کامیابی کے واسطے اختیار کرنا پڑے۔ ملک کی اندرونی و بیرونی تجارت چونکہ صدیوں تک اس قوم کے ہاتھ میں رہی جو اپنے آپ کو تجارت کا حقدار سمجھتی تھی اس لئے اب وہ دوسری قوموں کو اپنا حصہ دار بنانے کے واسطے تیار نہیں۔ مسلمانان عالم کے مذہبی قانون کے بموجب تجارت کی کامیابی کا انحصار دیانتداری اور راستبازی پر ہے اور مسلم تجارنے دنیا سے منوالیا کہ قانون الٰہی واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان عالمگیر اثر رکھتا ہے جو لوگ خوردبرد کے عادی تھے وہ خود یا ان کے ہوا خواہ ہمیشہ سے راستبازوں کے خلاف ہے اور اپنی گندی ذہنیت کی بدبو دور کرنے کے واسطے راستبازوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا بخوبی تجویز کیا اور اس صورت سے اپنے دلی بخارات نکالنے کی کوشش کی۔ اس مصیبت ناک زمانہ میں اگرچہ ہندوستان کا ہر صوبہ کم وبیش متاثر تھا لیکن جو صوبہ جات زیادہ تباہ کاری کا شکار ہوئے ہیں۔ ان میں بنگال کا نمبر اول ہے۔ خدا بھلا کرے ذاتی اغراض پر قومی وملکی مفاد کو قربان کرنے والوں کا کہ انھوں نے اپنی ناعاقبت اندیشی کو تبینی اور ناتجربہ کاری کی بنا پر ایسے اقدامات کئے کہ صوبہ بنگال میں مصیبت زدگان کی تعداد ہزاروں سے لاکھوں تک پہونچ گئی اور باوجود حکومت کے برمحل اور فوری اقدامات کے لاکھوں آدمی فاقہ کشی کا شکار ہوگئے۔ یہ وہ موقع تھا کہ ہمدردان ملک اور بالخصوص ہمدردان صوبہ بنگال بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کرتے اور صوبہ بنگال کی مصیبت کو کم کرتے۔ گورنمنٹ نے پوری توجہ کی اور مصائب بنگال کو کم کرنے کے واسطے ایک ایسے ہمدرد انسانیت فرم کی ہمدردی حاصل کی جو عرصہ دراز سے بنگال

میں اندرونی و بیرونی تجارت میں مہارت تامہ رکھنے کے علاوہ ہندوستان و بیرون ہند دنیا کے ہر گوشہ میں اپنی راستبازی اور خوش معاملگی کا سکہ چلا رہی تھی یہ فرم میسرز ایم ایم اصفہانی اینڈ کو کلکتہ ہے۔ ہم نے جس قدر تحقیقات ممکن تھی کی۔ اور اس نتیجہ پہ پہونچے کہ اگر گورنمنٹ اور پبلک دونوں اس فرم کا ساتھ دیتے تو سارے ملک کے قحط اور گرانی کی بلا کو دور کرنے میں یہ کمپنی کامیاب ہو جاتی۔ خود غرض اشخاص کو بھلا یہ بات کیسے پسند آتی لہذا انھوں نے اس نیکنام فرم کے خلاف طرح طرح کے ناپاک حربے استعمال کرنا شروع کئے اسمبلی میں اعتراضات جھل اور بیجا کرائے۔ جن صوبوں میں کانگریس کا اثر ہے وہاں ہر قسم کا پروپیگنڈا کیا گیا کہ اس نیکنام فرم کی عزت پر حملہ ہو لیکن دروغ باقی کو فروغ نہیں ہو سکتا۔ کونسل میں غیر جانبدار ممبران نے دندان شکن جواب معترضین کو دیئے۔ لیکن وہی "مرغی کی ایک ٹانگ" والی رٹ لگائی جا رہی ہے۔ ان تنگ نظریوں اور بیہودگیوں کا جواب تنزلی یا ترقی ہو سکتا ہے اور ہو سکتا تھا۔ لیکن پھر سادگی۔ دیانتداری اور غیر اسلامی ذہنیت کا فرق اس طرح ظاہر ہوتا ہے۔ جو محنت کے عادی نہیں ہیں بلکہ پیسے پیسہ کے زور پر دوسروں کا خون چوس کر زندہ رہنا چاہتے ہیں وہ کب گوارا کر سکتے ہیں کہ دنیا میں انسان خود بھی محنت کر کے پیسہ پیدا کرے اور دوسروں کو محنت جفاکشی راستبازی اور دیانت داری کا سبق سکھائے۔ ہم کو ذاتی تجربہ ہے کہ اصفہانی کمپنی کلکتہ کے تمام ارکان اور بخصوصیت کے ساتھ اس کے روح رواں اور رئیس ادارہ مرزا احمد اصفہانی راستبازی۔ دیانتداری۔ اخلاق اور مروت کا مجسمہ ہیں۔ ہم کو دنیا کے مختلف ملکوں میں گردش کرنے کا موقع ملا ہے اور بڑے بڑے تجارتی اداروں کے مدیر اور ارکان سے ملاقات کی ہے اور ہم بلا تکلف کہہ سکتے ہیں کہ مرزا احمد اصفہانی کی شخصیت بے نظیر اور عدیم المثال کمالات کی مالک ہے۔ اس ادارہ کا نصب العین صحیح معنوں میں تجارت کرنا ہے۔ خون چوس کر دوسرے انسانوں کو فنا کرنا اور اپنے آپ کو کامیاب بنانا نہیں ہے حضرت مولانا جمال الدین محمد عبدالوہاب صاحب عرف جمال میاں فرنگی محلی نے جو تبصرہ اس پمفلٹ پر فرمایا ہے جو اصفہانی کمپنی کے خلاف الزامات کی حقیقت اور بنگال کی موجودہ حالات کے اسباب کے متعلق ہے وہ سراسر حق و بجا ہے۔ ہم رسالہ مذکورہ کے صرف بہت ضروری اور اہم اقتباسات کو اس جگہ درج کر کے ملک کے تمام ہندو مسلم و عیسائی احباب

کے محترم مدیر صاحبان سے درخواست کرینگے کہ وہ حقیقت حال سے باخبر ہو کر اس
ناپاک پروپیگنڈہ کی اس صورت سے رد کریں کہ آئندہ اس قسم کی بیہودہ جسارت کی
ہمت نہ رہے۔ اس کمپنی نے ایسی حالت میں گورنمنٹ بنگال کی ایجنسی قبول کی تھی کہ کوئی
دوسرا فرم آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ گورنمنٹ چاہتی تھی کہ چاول اور دھان وغیرہ کے ذخائر
جمع کئے جائیں اور مصیبت زدگان بنگال کو مدد پہونچائی جائے۔ میسرز ایم ایم اصفہانی
کمپنی کا صرف اس قدر فریضہ تھا کہ جس قدر مال گورنمنٹ طلب کرے وہ منظور شدہ قیمت
پر بروقت مہیا کر دیا جائے۔ اور گورنمنٹ قیمت خرید مصارف باردانہ و کمیشن مال پہنچنے
پر ادا کرے۔ کمپنی کا یہ فرض نہ تھا کہ مستحقین اور ضرورتمندوں کو تقسیم بھی کرے اس کا
تعلق دوسرے ذمہ دار اصحاب سے تھا۔　　　(محمد نثار علی حیدری مسلم مشنری)

بنگال کے موجودہ مصائب کی ذمہ داری

سر عزیز الحق کی رائے

حکومت ہند کے موجودہ وزیر تجارت آنریبل سر عزیز الحق بنگال کے ممتاز ترین فرزندوں
میں سے ہیں۔ وہ موجودہ عہدہ پر آنے سے پہلے انگلستان میں ہندوستان کے ہائی کمشنر تھے
اور اس سے پہلے بنگال اسمبلی کے صدر۔ ۲۵ ستمبر کو کلکتہ جاتے ہوئے وہ ناگپور سے گذرے
وہاں اسٹیشن پر برار چیمبر آف کامرس کے سکریٹری مسٹر بوندریہ نے ان کے ساتھ ملاقات کی —

اس ملاقات میں [illegible] *

* روئداد مسٹر بوندریہ نے ایک پریس نوٹ میں شائع کی ہے۔

اس روئداد کے بعض پہلو جس قدر بصیرت افروز ہیں اسی قدر اس سوال کا بھی قطعی فیصلہ
کر دیتے ہیں کہ بنگال کی موجودہ حالت کی ذمہ داری کس پر کتنی عائد ہوتی ہے۔ نیز ناظم الدین
منسٹری کے خلاف مسلم لیگ کے مخالفین کے سارے شر انگیز پروپیگنڈے کا پول ایک ایسے شخص
کی زبان سے کھل جاتا ہے جو بنگال کا ممتاز فرزند بھی ہے اور جس پر مسلم لیگ کا کوئی خاص اثر بھی
نہیں ہے۔ مسٹر بوندریہ نے سر عزیز الحق سے سوال کیا تھا کہ:-
جب نومبر و دسمبر ۱۹۴۲ء میں دکھائی دیتا تھا کہ بنگال میں کھانے پینے کی چیزوں کی قلت ہونیوالی ہو

اس وقت مرکز اور صوبہ کی حکومت نے موجودہ آفت کو ٹالنے کے لئے اقدامات کیوں نہیں کئے"۔
اس کے جواب میں سر عزیز الحق نے فرمایا :۔
"اس کا سبب اُس زمانہ کے وزیر اعظم بنگال مسٹر فضل الحق کی نمائشی حب الوطنی تھی جو مرکزی حکومت سے کوئی مدد لینا نہیں چاہتے تھے۔ وہی بنگال کی موجودہ نازک حالت کے ذمہ دار ہیں مگر برعکس اس کے وہ ڈرامائی انداز میں کل الزام بنگال کی موجودہ وزارت کے سر تھوپنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے اور ان کے نام نہاد نیشنلسٹ رفقا نے بنگال کی حکومت اور بنگال کے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے"۔
اگلا سوال مسٹر بوندریہ نے یہہ کیا کہ :۔
"موجودہ وزارت نے مسٹر اصفہانی کیساتھ جو محبوب نوازی دکھائی ہے اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ حکومت کے لئے سامان خوراک خریدنے کیلئے ایک آدمی کو اتنی بڑی رقم دیگئی؟"
اس سوال کا جواب سر عزیز الحق نے یوں دیا کہ :۔
"یہہ ان اخبارات اور لوگوں کے خبیثانہ پروپیگنڈہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ جن کے اپنے مفاد ان معاملات کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مسٹر اصفہانی کو بالکل ملزم نہیں ٹھہرانا چاہیئے وہ سامان خوراک کی خریداری کی ذمہ داری قبول کرنے میں متامل تھے۔ موجودہ وزارت نے ان کے ساتھ کوئی محبوب نوازی نہیں دکھائی ہے، بلکہ ان کی قابلیت اور وسائل کا لحاظ کرتے ہوئے مسٹر اصفہانی کو حکومت کا کارندہ خرید مقرر کر دیا"۔
ایک اور سوال کے جواب میں سر عزیز الحق نے فرمایا : کہ موجودہ وزارت بنگال کی غذائی نزاکت کی مطلق ذمہ دار نہیں ہے بلکہ برعکس اس کے اس نے موجودہ نزاکت کی اصلاح کے لئے ہر ممکن کوششیں کی ہیں۔
ماننا پڑیگا کہ ناظم الدین منسٹری، مسلم لیگ اور فضل الحق شیاما پرشاد مکرجی اینڈ کمپنی کے درمیان سر عزیز الحق ایک بالکل غیر جانبدار آدمی ہیں اور انھوں نے مسٹر بوندریہ کے سوالات کے جوابات میں جو کچھ کہا ہے اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے (انجام دہلی ۳ اکتوبر)
فضل الحق وزارت کی معزولی کا اصلی سبب بنگال کی غذائی حالت تھی۔ جدید وزارت نے سب سے پہلا مسئلہ غذا کا اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور حکومت ہند کو اس اہم معاملہ کے حل کے لئے مجبور کیا گیا اسی کے ساتھ ساتھ اندرونی انتظام کے لئے فوڈ کنٹرول کے قواعد کی پابندی

کی گئی ناجائز اسٹاک کرنے اور نفع کمانے کو ممنوع کیا گیا اور غلہ کی تقسیم کے لئے عوام کی فوڈ کمیٹیاں ہر چھوٹی بڑی آبادی میں بنائی گئیں۔ ۲۰ راپریل کو سر ناظم الدین نے مسلم لیگ کی وزارت بنائی اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ایک فوڈ کانفرنس منعقد ہوئی جس کے فیصلوں کے مطابق کافی مقدار میں بنگال غلہ روانہ ہونے والا تھا۔ لیکن صوبجاتی حکومتوں نے حسب وعدہ اپنا حصہ حکومت ہند کو نہیں دیا۔ حکومت بنگال کی مسلسل درخواست پر دوبارہ دہلی میں فوڈ کانفرنس ہوئی اور حکومت ہند نے ۸ رمئی ۱۹۴۳ء کو فری ٹریڈ کا اعلان کیا جس کے مطابق آسام، اڑیسہ، بہار اور مشرقی ریاستوں سے بنگال غلہ لیجانے کی پابندیاں اٹھالی گئیں۔ حکومت ہند ہی کے مشورہ کے مطابق بنگال گورنمنٹ کو ایک ہوشیار تجربہ کار ایجنٹ کی تلاش ہوئی جو قلیل عرصہ میں ارزاں ترین قیمت پر زیادہ سے زیادہ غلہ ان صوبوں سے بنگال لاسکے۔ بعض یورپین اور ہندوستانی کمپنیوں سے گفتگو کی گئی۔ لیکن اس ایجنسی کو لینے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوا۔ آخرکار ۲۰ رمئی ۱۹۴۳ء کو بنگال حکومت کی درخواست پر مسلم لیگ کی حمایت کی اعانت کی خاطر اور بنگال کے باشندوں کی خدمت کیلئے ایم۔ ایم اصفہانی لمیٹیڈ کے سینیر ڈائرکٹر مرزا احمد اصفہانی نے اس ایجنسی کو قبول کیا۔ ایجنسی کے شرائط باقاعدہ تحریر کئے گئے جنکی رو سے دو آنے من وہاں تین آنہ من چاول اور چار آنہ من دوسرے اجناس پر کمیشن طے ہوا اور یہ بھی طے ہوا کہ بنگال گورنمنٹ کوئی رقم پیشگی نہ دیگی۔ تمام خریداریاں گورنمنٹ کے [illegible] اور ہر خریداری ڈائرکٹر آف سول سپلائی کی اطلاع اور منظوری کے بعد کی جائے گی۔ اصفہانی کے آفس میں گورنمنٹ کے محاسب مقرر کئے جائیں گے جو ان کے تمام کاغذات، ایجنسیوں کی خط و کتابت اور دیگر معاملات کی جانچ کرتے رہیں گے ۲۰ رمئی ۱۹۴۳ء سے جولائی کے [illegible] تک گورنمنٹ نے اس ایجنسی کی خبر پوشیدہ رکھی تاکہ دوسرے صوبوں میں [illegible] قیمت [illegible] نہ ہو

بنگال [illegible] پہنچ جائے [illegible] قیمتیں معتدل رہیں۔ اصفہانی نے ایجنسی قبول کرنے [illegible] [illegible] [illegible] چاول بھی وہ تمام غلہ جو ان کے ایجنٹوں نے فری ٹریڈ کے زمانے میں خریدا تھا۔ اصل قیمت پر حکومت بنگال کو حوالے کر دیا۔ کلکتہ میں بازار کا نرخ ۳۰۔ اور ۳۲ روپیہ من تھا مگر اصفہانی نے ۱۶ روپے فی من کے حساب سے سارا غلہ حکومت کو دیدیا اور اس طور سے تقریباً چالیس لاکھ روپیہ کا نفع چھوڑ دیا۔ اور یہ سب مال فوری خریداری سے حاصل کیا گیا تھا

لہٰذا اس کا امکان نہیں کہ ارزاں قیمت پر خرید کر رکھا ہو اور نرخ بالا پر بیچا گیا ہو۔ کلکتہ میں صرف تین دن کا اسٹاک باقی تھا اور اگر ایم۔ ایم اصفہانی لمیٹڈ اس فیاضی اور مستعدی کا ثبوت نہ دیتے تو خدا معلوم کیا حالات پیش آتے۔ جولائی کے مہینے میں جب اسکیم کا سلسلہ شروع ہوا تو مخالف پارٹیوں نے [illegible] دو مہینے کے دوران نکتہ چینی کے ساتھ ساتھ اس ایجنسی کے معاملہ کو خاص کر نشانہ تنقید بنایا۔ ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی اور فضل الحق صاحب نے گورنمنٹ بنگال کے اس مفید شاندار ریکارڈ پر کوئی بھی مخالفت کی تھی جب کہ [illegible] ناجائز اسٹاک کئے جا رہے تھے۔ لہٰذا ان کے لئے یہ کیا مشکل تھا کہ وہ اس خریداری کی ایجنسی پر اعتراض کرتے۔ ایجنسی صرف حکومت بنگال پر منحصر نہیں تھی۔ حکومت ہند کے بھی [illegible] ایجنٹ موجود تھے۔ اڑیسہ اور آسام کی حکومتوں نے بھی اسی طرح ایجنٹ مقرر کئے تھے۔ حکومت بہار نے تو گنتو رام جیسے پوربیہ کو تنہا ایجنٹ بہار کے لئے بنایا تھا۔ مگر اعتراض صرف حکومت بنگال پر تھا کہ اس نے مرزا احمد اصفہانی لمیٹڈ کمپنی کو کیوں اپنا ایجنٹ بنایا۔ غالباً بڑا سبب اصفہانی کی مخالفت کا یہ تھا کہ گزشتہ وزارت کا اختتام بہت حد تک ان کے عدم تعاون کی وجہ سے ہوا۔ اور مرزا احمد اصفہانی لمیٹڈ کے ایک ذمہ دار ڈائرکٹر مرزا ابوالحسن اصفہانی صاحب آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے رکن اور بقول ڈاکٹر مکرجی کے مسلم لیگ کے شائننگ لیڈر (Shining Leader) [illegible] تھے اور ان سب سے بڑھ کر ایک مسلمان کمپنی کا غلہ کا کام اپنے ہاتھ میں لے لینا بنیوں کے نمائندے کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ لہٰذا وزارت کو بدنام کرنے کے لئے اور اس ایجنسی کو جانبداری اور طرفداری پر محمول کرنے کے لئے سارا زور اصفہانی کی مخالفت میں صرف کیا گیا۔ اصفہانی نو پشت سے ہندوستان سے تجارت کر رہے ہیں اور چار پشت سے کلکتہ میں مقیم ہیں ان کی تجارت کا سلسلہ ایران، ممالک عربیہ، امریکہ، افریقہ، انگلستان، یورپ، مشرق قریب و بعید اور مشرق وسطی بلکہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ وہ یہ برسوں سے چاول، چائے، جوٹ، لاکھ اور دوسری اشیاء کی خرید و فروخت، درآمد برآمد کا کام انجام دے رہے ہیں۔ باوجود یورپین تاجروں کی موجودگی کے نئی جنگ شروع ہونے کے بعد سے اقوام متحدہ اور ہندوستان کی حکومتوں کے بہت سے اجارے ایم۔ ایم اصفہانی لمیٹڈ کو مل چکے ہیں۔

اس طویل تجارتی زندگی و اتنے وسیع کاروبار میں [illegible] کوئی بے ضابطگی، [illegible] اور بدعنوانی کبھی نہیں ثابت ہوئی۔ مگر ان سب کے باوجود اس کمپنی کی حیثیت اور مرتبہ پر [illegible]

وزارت نے اعتراض کیے۔

وسط جولائی میں اسمبلی کے سیشن میں اعتراضات اور الزامات کا جواب دیتے ہوئے وزیر سول سپلائی آنریبل مسٹر شہید سہروردی نے خاص طور پر بتایا کہ اصفہانی کمپنی کو کوئی پیشگی رقم نہیں دی گئی ایجنسی کے شرائط متعین اور مرقوم ہیں۔ کمپنی اپنے حساب میں کوئی خریداری نہیں کرسکتی ہے اور تقریبا ۶۵ لاکھ روپیہ کمپنی کا گورنمنٹ کے ذمہ واجب الادا ہے۔ کمپنی نے اپنی تجارت کو اس کام کے لئے خطرہ میں ڈال دیا اور گورنمنٹ کے اس عظیم الشان کام کے لئے اپنے تمام ملازمین کو کمپنی نے مصروف کردیا اور یہ سب اس پریشانی کے وقت میں باشندگان بنگال کی خدمت کے عظیم جذبہ سے متاثر ہو کر کمپنی نے کیا ہے

(انقلاب [illegible] ۱۹۴۳ء)

اسمبلی کے اجلاس کی تقریروں میں سب سے زیادہ اہم مسٹر جے۔ آر۔ والکر یوروپین گروپ کے ڈپٹی لیڈر کی تقریر ہے جن پر نہ مسلم لیگ کی حمایت کا طعنہ دیا جاسکتا ہے اور نہ اصفہانی کی خوشامد کا الزام لگایا جاسکتا ہے۔ مسٹر جے۔ آر۔ والکر یوروپین پارٹی کے ڈپٹی لیڈر نے کلکتہ اور مضافات کی ابتر حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے گورنمنٹ کو اپنے فرائض کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ دہلی میں یہ غلط افواہ مشہور ہوگئی ہے کہ ہم اپنے حالات پریشانی و مصائب بیان کرنے میں مبالغہ سے بھی آگے بڑھے جاتے ہیں۔ در اصل ہماری ان مصیبتوں میں تمام صوبجات کو اور سلطنت کو ہمارا ہاتھ بٹانا چاہیئے۔ آگے چلکر انھوں نے تقسیم غلہ اور کنٹرول پرائس کے متعلق مفید مشورہ دیئے آخر میں اصفہانی کے تقرر کے متعلق انھوں نے کہا کہ مخالف پارٹی ان کی تقرر کو ایسے نازک وقت میں قابل اعتراض خیال کرتی ہے اور کمپنی کے خلاف مخالفین نے بیشمار بیانات شائع کیئے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ کئی دوسری کمپنیوں سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ ایجنسی منظور کرلیں مگر کسی نے بھی قبول نہیں کیا اور یہی عذر کیا کہ ان کے ذرائع اور وسائل ایسے وسیع نہیں ہیں کہ ایسے اہم کام کو لینا قبول کریں اور در حقیقت انھیں لوگوں نے گورنمنٹ کو مشورہ دیا کہ اصفہانی کو اس کام کے لئے منتخب کرلیا جائے۔ کیونکہ وہ ہر حیثیت سے اس کے اہل ہیں ان کی نظم قابل اطمینان ہے۔ معمولی حالات میں ان کو منظور بھی نہیں ہوتا کہ صرف ایک ہی فرم کو گورنمنٹ کا سول ایجنٹ بنادیا جائے۔ اصفہانی کے خلاف الزامات بالکل غیر صحیح ہیں اور سیاسی چالیں اس کا اصلی سبب ہیں۔ ایم۔ ایم۔ اصفہانی لمیٹڈ کے کارکن اپنے اپنے کاموں میں اتنا مشغول ہیں کہ ان کو اس ذلیل اخباری پروپیگنڈے کی تردید کی فرصت نہیں جسکی ساری بنا سیاسی دشمنی تعصب اور دروغگوئی ہے۔ حکومت بنگال نے بھی کمپنی کو یہی مشورہ دیا کہ وہ اپنے کام میں مشغول رہیں۔ حکومت معترضین کے مسکت جوابات دیتی رہیگی۔ کیونکہ آج جو اعتراض اصفہانی پر ہو رہے

ہیں وہ مسلمانوں کے ایک ذمہ دار تجارت خانے ہی پر نہیں بلکہ حکومت بنگال کے ایک معزز اور محسن ایجنٹ پر لگائے جا رہے ہیں اور یہہ بنیادی ذمہ داری حکومت ہی کی ہے کہ وہ ان الزامات کی تردید کرے چنانچہ وقتاً فوقتاً حکومت کے ذمہ دار اراکین ضروری جواب شائع کرتے رہتے ہیں۔

وزیر سپلائی مسٹر سہروردی نے تازہ ترین بیان ۱۸ اکتوبر کو شائع کیا جو آخر میں درج کیا جاتا ہے۔

سر عزیز الحق نے بھی جن کا حکومت بنگال سے تعلق نہیں مگر بنگال کے حالات سے پورے طور پر واقف ہیں۔ حال ہی میں نہایت مناسب جواب اس سلسلہ میں دیا ہے جس کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے۔

ان سب باتوں کے باوجود مرزا احمد اصفہانی صاحب نے وزیر اعظم بنگال کو ایک خط لکھا ہے جس میں ان سے درخواست کیگئی کہ چونکہ ان کی کمپنی سیاسی پروپیگنڈے کا شکار ہو رہی ہے اور نہایت بے جا اعتراضات ان کے حسابات پر ہو رہے ہیں۔ لہذا ہندوستان کے دو بہترین آزاد ہندو محاسب مقرر کئے جائیں جو ان کا حساب جانچیں اور اپنی رپورٹ شائع کریں تاکہ اس ناپاک اور متعصبانہ پروپیگنڈے کا مکمل انسداد ہو جائے مگر وزیر اعظم نے ان کو جواب دیا کہ گورنمنٹ اپنے ایجنٹ کے کام سے بالکل مطمئن ہے اور اس کو بہت افسوس ہے کہ ایم۔ ایم اصفہانی کو بلا سبب نشانہ ملامت و تعصب بنایا جا رہا ہے چونکہ حکومت کمپنی کے حسابات سے جن کو حکومت کے محاسب اعلیٰ کی نگرانی میں جانچا جاتا ہے۔ بالکل مطمئن ہے اس لئے گورنمنٹ اس نئے تقرر کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ البتہ اگر اصفہانی صاحب خود کوئی محاسب مقرر کرنا چاہیں تو حکومت کو اعتراض نہیں ہوگا۔ چنانچہ کمپنی کا ارادہ ہے کہ دو بہترین آزاد ہندو محاسبوں سے تمام حساب آڈٹ کرائے جائیں اور ان کی رپورٹ پبلک کے سامنے پیش کی جائے۔

ڈاکٹر شہید سہروردی نے ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو ایک مفصل بیان شائع کیا جس میں موصوف نے فرمایا۔

گذشتہ ۱۵ مارچ کو ان کے پاس ۹۹۳۰۴ من چاول اور ۱۳۰۴۹ من میں سیر دھان کا اسٹاک موجود تھا ۱۸ مئی کو فری ٹریڈ کے اجراء پر اور گورنمنٹ بنگال کی تمام سوداگروں سے اس استدعا پر کہ باہر سے خریداری کریں اور بنگال کے اسٹاک کی کمی کو کسی طرح پورا کریں۔ اس فرم نے اپنی وسیع نظام کے ماتحت ۲۳۵۵۰ من چاول کی خریداری بنگال سے باہر کی۔

۲۰ مئی ۱۹۴۳ء کو بطور گورنمنٹ ایجنٹ مقرر ہونے کے اس فرم نے بخوشی اپنا ذاتی چاول کا کاروبار کرنا موقوف کر دیا۔ اور یہہ شرط بالآخر ان کے اقرار نامہ میں بھی درج کر دی گئی تھی جس کی بنا پر انھوں نے اپنا کل بنگال کا اسٹاک گورنمنٹ کے حوالہ کر دیا جو اس تاریخ میں ۵۵۰۷۰ من چاول تھا اور وہ بھی رائج الوقت قیمت پر۔ علاوہ بریں مشرقی علاقہ میں اپنی کل خرید بھی گورنمنٹ کو ۱۶۷ من خریداری کی قیمت

پھر دیا جسکی میزان ۲۳۵۵۵ ،۷ من تھی۔ پھر انھوں نے اس وقت کیا جبکہ بنگال میں بھاؤ تقریباً ۲۵ من تھا اور اس طریقہ پر انھوں نے اگر اس وقت کے کم سے کم بھاؤ کے حساب سے قیمت کا اندازہ لگایا جاوے تو تقریباً چالیس لاکھ کے یقینی اور خالص منافع کی قربانی کی ان کے اس عمل سے اہالیان بنگال اسوقت مصیبت سے بچ گئے۔ جبکہ گورنمنٹ کے پاس چاول کا اسٹاک بہت کم رہ گیا تھا حتیٰ کہ کلکتہ کے لئے صرف تین روز کی خوراک کا سامان تھا اور کنٹرولوں کی دوکانوں اور کم خوراک والی اضلاع کی کمی پورا کرنے کے لئے اور نیز کاروباری معاملات کے لئے سامان بالکل ناکافی تھا۔

اس ذمہ داری گورنمنٹ کیواسطے ۱۰ راکتوبر ۱۹۴۳ء کو جو خریداری کی اس کی میزان ۲۰۴۲۵۵۷ من ۵ سیر ۴ چھٹانک ہوئی ہے، جس کی قیمت ۰۰ ۵۹۰۲۱۰۰۰ روپیہ بارہ آنہ نو پائی ہوئی ہے۔ گورنمنٹ نے اس وقت تک ۵۱۵۰۰۰۰۰ روپیہ ادا کئے ہیں[۱] جو بڑی بڑی رقم علاوہ اس رقم کے جو گورنمنٹ کے ذمہ واجب الادا ہے گورنمنٹ نے کمپنی کو نہ تو کوئی کمیشن دیا ہے نہ بوریوں کی دھلائی اور دیگر اخراجات جس کے پانے کے وہ مجاز تھے ادا کیا ہے۔ اوسط بھاؤ خریداری ۱۰ راکتوبر ۱۹۴۳ء تک چاول میں دو ج کیا جاتا ہے چاول ۱۶ من دھان ۵ من اور دالیں ۱۲ من اس تاریخ تک جو غلہ گورنمنٹ کے حوالہ کیا گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے چاول ۳۰۹۳۰۴ من ۱۷ سیر ۱۲ چھٹانک دھان ۴۵۳۶۶ من ۱۸ سیر اور دالیں ۲۴۵۵۵ من۔ اسکے بعد گورنمنٹ کی خریداری کے بالمقابل اب بھی ۱۰۰۲۷۱ من چاول ۳۷۹۰۰ من دھان باقی ہیں۔ ڈبلیوری آرڈر گورنمنٹ بنگال کے حق میں محکمہ ڈائرکٹر سول سپلائز کے حوالہ کر دیئے گئے ہیں۔ بہار کو ابھی ۱۳۔۹۲۸۰۰ چاول اور ۰۰۰۴۹۹۴۳ دھان دینا باقی ہیں جس کے لئے بنگال میں مال لانے کی پرمٹ کا انتظار ہے۔

مشرقی ریاستوں کو ۳۶۹۷۹ من چاول ۷۰۰ من دھان اور ۴۹۱۰ من دالیں دینا باقی ہیں جن کی روانگی کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ اس میں تاخیر سڑکوں کی خرابی سے ہوئی اور ایام بارش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ مال پہنچانا دشوار تھا مالک متحدہ کو ۲۳۴۱۴ من دالیں دینا باقی ہیں۔ تقریباً ۱۲۱۰۰۰ من چاول اور دھان جو بنگال میں خریدا گیا ہے۔ اس کے بھی آنیکا ابھی انتظار ہے۔"

یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ ایجنٹ مذکور نے دو فیصدی وزن میں کمی کی ذمہ داری خود لی اور ڈھولائی وغیرہ اور دیگر اخراجات کاٹ کر اس قدر کم کر دیئے گئے ہیں کہ کسی دوسرے ایجنٹوں نے جو آوس فصل کی خریداری کے لئے تعینات کئے گئے ہیں ان شرائط کو منظور نہیں کیا۔

حسابات کی جانچ ایک تجربہ کار گورنمنٹ آڈیٹر سے کرائی جاتی ہے۔ جسکی امداد کے لئے دو مددگار مقرر ہیں

[۱] اس حساب سے حکومت بنگال اس وقت چوالیس لاکھ دو ہزار آٹھ سو روپیہ کی مقروض ہے۔

جو کمپنی کے کل کاغذات خط و کتابت تار بیجک اور دیگر حسابات کی کتابوں کا معائنہ کرنے پر تیار ہیں۔ چونکہ فرم نے ایک ہی روز میں خریداری اوڑیسہ مشرقی ریاستہائے بنگال، بہار اور بنگال میں کی تھی بھاؤ کا مقامات خریداری کے لحاظ سے مختلف ہونا لابدی تھا۔ مثلاً ایک تاریخ میں جبکہ فرم نے ڈالٹو نگنج میں پندرہ روپیہ کے بھاؤ سے خریداری کی اسی نے اسی روز بیرہوم کا کالا چاول کلکتہ میں تیس روپیہ من کے حساب سے خریدا۔ خریداری بازار کے بھاؤ کے لحاظ سے تھی اور گورنمنٹ نے بارہا اس کا اطمینان کرلیا کہ اس فرم نے جو قیمت دی ہمیشہ ان قیمتوں سے کم تھی جو دوسرے تاجروں اور کاروباری اداروں نے اپنی خرید کے لئے ادا کی۔

کنٹرول پرائس کے اجراء کے قبل گورنمنٹ صرف اسی فرم کی بدولت کلکتہ میں بھاؤ کو ایک حالت پر قائم رکھنے اور نیز وقتاً فوقتاً بھاؤ کو ارزاں رکھنے پر قادر رہ سکی۔

اوڑیسہ میں خریداری کا اوسط بھاؤ ۱۰۰۶۷۱ من چاول کا صرف ۵ سے اٹھارہ من اور دھان کی خریداری کا اوسط بھاؤ ۳۶۹۰۰ من کا ۲/۱ من تھا۔ تمام خریداریوں کی اطلاع ڈائرکٹر سول سپلائز کو کلکتہ آفس میں خبر آنے کے چند گھنٹوں کے اندر دی جاتی تھی۔ اس بیان میں کوئی اصلیت نہیں ہے کہ کمپنی اپنے ممالک متوسط کے خرید شدہ مال کو گورنمنٹ بنگال کے ہاتھ تیس روپیہ من پر بیچنا چاہتی ہے۔ اس کے واقعات یہ ہیں کہ گورنمنٹ ممالک متوسط کو ۱۰۰۰۰ ٹن چاول ایمرجنسی قانون کے تحت گورنمنٹ بنگال کو دینا چاہیئے تھے مگر اس نے صرف ۲۰۰۰ من چاول دیا اور بقیہ دینے سے اس حیلہ سے انکار کردیا کہ اور اسٹاک موجود نہیں ہے۔ مسٹر اصفہانی نے گورنمنٹ کو اطلاع دی کہ بعض بنگالی تاجروں نے ممالک متوسط میں چاول روک لیا ہے اور وہ اسٹاک گورنمنٹ کو مل سکتا ہے اگر ممالک متوسط کی گورنمنٹ بقیہ اسٹاک کو بنگال پہونچانے کا پرمٹ ایمرجنسی قانون کے ماتحت دیدے۔ گورنمنٹ کے مشورہ کے بموجب مسٹر اصفہانی نے ممالک متوسط میں کچھ خریداری کی اور اس کو خرید کے بھاؤ پر گورنمنٹ کے ہاتھ فروخت کیا۔ بہرحال گورنمنٹ اب تک اس خرید شدہ مال کو بنگال تک نہیں لاسکی اور نہ مسٹر اصفہانی کو اس حساب میں کچھ رقم ادا کی گئی ہے۔

فرم کے کاغذات اور حسابات بہت باریک بینی سے جانچے گئے اور جانچے جاتے ہیں۔ کسی بیجا الزام اور غلط بیانی کا اس پر عائد کرنا خلاف انصاف ہے۔۔

"تعلیم الاحادیث"

بلدہ حیدرآباد فرخندہ بنیاد سے ایک ماہانہ رسالہ "واعظ" شائع ہوتا ہے۔ جس میں دو باب ہوتے ہیں (۱) "تعلیم الاحادیث" و "تعلیم القرآن"۔ اس کے مدیر مولوی عبدالوہاب صاحب عندلیب حنفی المذہب ہیں۔ اوسکی جلد ۷ نمبر ۱ بابتہ محرم ۱۳۶۳ھ ۔ باب تعلیم الاحادیث کا اقتباس درج ذیل ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کرام محظوظ ہوں گے۔ مدیر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللھم صل علیٰ سیّدنا محمد وعلیٰ الہ عدد کمال اللہ وکما یلیق بکمالہ

تعلیم الاحادیث

اہل بیتؑ کے متعلق صحیح حدیثیں

(۱) کُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ۔

(طبرانیؒ ۔ حاکم ۔ بیہقی عن عمر ۔ طبرانی عن ابن عباس وعن المسور)

قیامت کے دن میرے سبب و نسب کے سوا ہر سبب و نسب منقطع ہو جائے گا۔

(۲) کُلُّ نَسَبٍ وَصِھْرٍ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا نَسَبِیْ وَصِھْرِیْ

(ابن عساکر عن ابن عمر) قیامت کے دن بجز میرے نسب اور صہر کے ہر نسب و صہر منقطع ہو جائیگا۔

(۳) خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ مِنْ بَعْدِیْ:۔ (حاکم عن ابی ہریرہ)

تم میں بہترین وہ ہے جو میرے اہل کے ساتھ میرے بعد اچھا سلوک کیا کرے۔"

(۴) اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ بِہٖ مِنْ نِعَمِہٖ، وَاَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ وَاَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ:۔ (ترمذی ۔ حاکم عن ابن عباس)

اللہ سے محبت کرو اسلئے کہ وہ اپنی نعمتوں سے تمکو غذا پہنچاتا ہے اور مجھ سے محبت رکھو کہ اللہ مجھے دوست رکھتا ہے۔ اور میرے اہل بیتؑ سے محبت رکھو اس لئے کہ وہ مجھے محبوب ہیں۔"

(۵) اَحَبُّ اَهْلِي اِلَيَّ فَاطِمَةُ۔ (ترمذی۔ حاکم۔ عن اسامہ)

میرے اہل وعیال یا اہل بیت میں فاطمہؓ مجھے محبوب تر ہے"
(۶) فَاطِمَةُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْكَ، وَاَنْتَ اَعَزُّ اِلَيَّ مِنْهَا قَالَهُ لِعَلِيٍّ۔

(طبرانی فی الاوسط عن ابی ہریرہ)

فاطمہؓ کی محبت میرے پاس تم سے زیادہ ہے اور تمہاری عزت میرے ہاں اوس سے زیادہ ہے"
یہہ ارشاد آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا"
(۷) فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي، فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِي (بخاری۔ عن المسور)

فاطمہ میری جگر گوشہ ہے۔ لہذا جس نے اوسکو غصہ میں لایا۔ اس نے مجھے غصہ میں لایا۔
(۸) سَيِّدَاتُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَرْبَعٌ مَرْيَمُ، وَفَاطِمَةُ، وَخَدِيجَةُ وَآسِيَةُ۔
(حاکم۔ عن عائشہ) جنتی عورتوں کی سیدات (سردارنیاں) چار ہیں: مریمؑ اور فاطمہؓ اور خدیجہؓ اور آسیہؓ"
(۹) فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ۔ (حاکم عن ابی سعید)

فاطمہؓ اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں سوا مریم بنت عمران کے"
(۱۰) اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادٰى مُنَادٍ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُبِ يَا اَهْلَ الْجَمْعِ غُضُّوا اَبْصَارَكُمْ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ حَتّٰى تَمُرَّ۔ (حاکم۔ عن علی)

جب قیامت کا دن ہوگا تو ندا کرنے والا پردوں کے پیچھے سے منادی کریگا کہ اے اہل محشر! فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (گزر رہی ہیں) ان کے گزر جانے تک اپنی نظریں نیچی رکھو۔
(۱۱) خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ
(بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ عن علی) پچھلی دنیا کی عورتوں میں مریم بنت عمران بہترین ہے اور اس عالم کی عورتوں میں خدیجہ بنت خویلد بہترین ہیں"
(۱۲) خَيْرُ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ اَرْبَعٌ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَآسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ۔ (احمد۔ طبرانی۔ عن انس)

تمام جہان کی عورتوں میں چار عورتیں بہترین ہیں۔ مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آسیہ فرعون کی بی بی"
(۱۳) اَفْضَلُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَمَرْيَمُ

بِنْتُ عِمْرَانَ، وَآسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ ۔ (احمد طبرانی۔ حاکم عن ابن عباس)

جنتی عورتوں میں سب سے زیادہ فضیلت والی خدیجہؓ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد و مریم بنت عمران اور آسیہؓ بنت مزاحم ہیں جو فرعون کی بی بی تھیں۔

(۱۴) إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَمَرَنِي بِحُبِّ أَرْبَعَةٍ، وَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ يُحِبُّهُمْ: عَلِيٌّ مِنْهُمْ، وَأَبُوذَرٍّ، وَالْمِقْدَادُ، وَسَلْمَانُ ۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ حاکم عن بریدہ)

اللہ تعالیٰ نے مجھے چار اصحاب سے محبت رکھنے کا حکم فرمایا ہے اور یہ بھی مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ علیؓ ان میں سے ہیں اور ابوذر، اور مقداد اور سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاہم عنہا۔

(۱۵) مَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْ أَبْغَضَنِي (حاکم عن سلمان)

جس نے علیؓ سے محبت رکھی اس نے یقیناً مجھ سے محبت رکھی اور جس نے علیؓ سے بغض رکھا اس نے یقیناً مجھ سے بغض رکھا۔"

(۱۶) مَنْ آذَى عَلِيًّا فَقَدْ آذَانِي ۔ (احمد۔ بخاری فی التاریخ۔ حاکم عن عمرو ابن شاس)

جس نے علیؓ کو ایذا دی یقیناً اس نے مجھے ایذا دی۔"

(۱۷) من سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي، ومن سَبَّنِي فَقَدْ سَبَّ اللّٰهَ ۔ (احمد حاکم عن ام سلمہ)

جس نے علیؓ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔ اور جس نے مجھے گالی دی یقیناً اس نے اللہ کو گالی دی:۔

(۱۸) كَانَ إِذَا غَضِبَ لَمْ يَجْتَرِئْ عَلَيْهِ أَحَدٌ إِلَّا عَلِيٌّ (حلیہ۔ حاکم۔ عن ام سلمہ)

جب آپ جلال میں آجاتے تو حضرت علیؓ کے سوا کسی کو جرأت سخن نہ ہوتی تھی۔

(۱۹) عَلِيٌّ يَزْهَرُ فِي الْجَنَّةِ كَكَوْكَبِ الصُّبْحِ لِأَهْلِ الدُّنْيَا (البیہقی فی فضائل الصحابہ فردوس عن انس)

علیؓ جنت میں ایسے درخشاں ہوں گے جیسے دنیا والوں کے لئے صبح کے ستارے درخشاں دکھائی دیتے ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم اللہ وجہہ)

(۲۰) رَحِمَ اللّٰهُ أَبَابَكْرٍ: زَوَّجَنِي ابْنَتَهُ، وَحَمَلَنِي إِلٰى دَارِ الْهِجْرَةِ، وَأَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِهِ وَمَا نَفَعَنِي مَالٌ فِي الْإِسْلَامِ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ، رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ: يَقُولُ الْحَقَّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا، لَقَدْ تَرَكَهُ الْحَقُّ وَمَا لَهُ مِنْ صَدِيقٍ، رَحِمَ اللّٰهُ عُثْمَانَ: تَسْتَحْيِيهِ الْمَلَائِكَةُ وَجَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ، وَزَادَ فِي مَسْجِدِنَا حَتّٰى وَسِعَنَا ۔ رَحِمَ اللّٰهُ عَلِيًّا اَللّٰهُمَّ أَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ

(نسائی عن علی) اللہ ابو بکرؓ پر رحم فرمائے کہ انھوں نے اپنی لڑکی میری زوجیت میں دی۔ اور مدینہ کو مجھے اٹھا لے گئے اور اپنے مال سے بلالؓ کو آزاد کرایا اور اسلام میں کسی کا مال مجھے نفع نہیں پہنچایا جتنا ابو بکرؓ کے مال نے مجھے نفع دیا۔ اللہ عمرؓ پر رحم فرمائے کہ وہ حق بات کہتے ہیں اگرچہ وہ تلخ ہو۔ اور صرف حق گوئی نے ان کو سب سے الگ کر کے چھوڑا۔ ان کا کوئی دوست نہیں ہے۔ اللہ عثمانؓ پر رحم فرمائے جن سے سارے فرشتہ شرماتے ہیں۔ انھوں نے تنگی کے زمانے کے لشکر کی پوری تیاری کر دی۔ اور ہماری مسجد میں توسیع کی جس میں ہم سب کی گنجائش پیدا ہو گئی۔ اللہ علیؓ پر رحم فرمائے۔ اے اللہ! یہ جدھر پھرے تو ان کے ساتھ ساتھ حق کو پھرا رکھ۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

(نوٹ) بعض حضرات اس کا ترجمہ دوسرے الفاظ میں فرماتے ہیں:- مدیر

سلام

(دعا بجناب نواب تراب یار جنگ بہادر سعید حیدرآباد دکن)

عازمِ میدان جو عباسِ دلاور ہو گئے
یونہی بچے مضطرب تھے اور مضطر ہو گئے

تین دن میں کیا ستم اللہ اکبر ہو گئے
دل ہوئے بچوں کے پانی خشک ساغر ہو گئے

شہ کے غم میں آنسوؤں کی آبرو اتنی بڑھی
دامنِ زہراؓ تک آتے آتے گوہر ہو گئے

دل سے نکلے آنکھ میں آئے ہوئے آنسو رواں
رفتہ رفتہ رہبرِ تسنیم و کوثر ہو گئے

کلمہ گویوں کے دلوں نے رنگ بدلا اس طرح
خون سے ساداتؑ کے رنگین خنجر ہو گئے

ہو گئی آسان سبکدوشی خدا کے کام سے
حاصلِ بارِ امامت جب پیمبر ہو گئے

مشک بھر کر جب چلے عباس تھیں آنکھیں پُر آب
ڈوبتے دریا کو دیکھا اور تیور ہو گئے

شام میں بے پردگیٔ آل کا یہ بار تھا
بیڑیاں اور طوقِ عابد کو گراں تر ہو گئے

خم کا میدان دوشِ احمد بسترِ خوابِ رسول
عالمِ بیداری و راحت کا منظر ہو گئے

صبحِ عاشورہ کئی نالے جو بچوں نے بلند
رفتہ رفتہ شام تک آثارِ محشر ہو گئے

نوجواں کے داغ سے کچھ داغِ اصغر کم نہ تھا
شاہ کے دل کے لئے دونوں برابر ہو گئے

بعد قتل شاہِ دیں آندھی چلی اٹھا غبار
اس طرح ذرّے سے ملے زہرؑا کی چادر ہو گئے

کب چلے ہیں شاہِ دیں رن کی طرف بہرِ جہاد
جب دلِ بیتاب کے ٹکڑے بہتر ہو گئے

ہو گئی کافور تاریکیٔ تربت اے سعیدؔ
پڑھ لیا داغِ غمِ سبطِ پیمبرؐ ہو گئے

سلام

(نتیجہ فکر جناب سید احمد صاحب سعیدؔ رئیس و ممبر میونسپل بورڈ میرٹھ)

غم میں شہ کے تر ہو جس بندۂ داور کی آنکھ
اے سلامی اوس کا دل ہے کا ہے پتھر کی آنکھ

وصفِ چشمِ حرؑ پہ بینا کرتے ہیں آنکھوں سے صاد
درحقیقت ایسی ہی حق بیں تھی اس صفدر کی آنکھ

علم احمدؐ ختم حیدرؑ صاف ہوتا تھا عیاں
پڑتی تھی جب دوست و دشمن پہ شہ صفدر کی آنکھ

شہ کی چشم خشمگیں سے قلبِ اعدا میں شگاف
شان رکھتی ہے دمِ غیظ و غضب خنجر کی آنکھ

کہنے کہنے تھے دکھ عون و محمدؑ رن گئے
خشم آلودہ نظر جب آ گئی مادر کی آنکھ

سرخ ہے غصہ میں یوں چشم علمدارِ جری
سرخ ہو جاتی تھی جیسے غیظ میں حیدرؑ کی آنکھ

ہوتی ہے اہلِ سخن سے گو ہر مضموں کی قدر
کرتی ہے جوہر شناسی صاحبِ جوہر کی آنکھ

بات سیدھے منہ نہیں کرتے یہ ہم چشموں سے بھی
کیوں خدا جانے بدل جاتی ہے اہلِ زر کی آنکھ

طوطا چشمی اہلِ زر پر ہی نہیں ہے منحصر
وقت پر میں پھرتے دیکھی دلبرِ کافر کی آنکھ

زندگی میں دیکھ لے سبطِ نبیؐ دربار حسینؑ
کارسازِ بیکساں مشتاق ہے اس در کی آنکھ

نوازش

مروت ز عیب برون آید وکارے بکشد

شیعہ کالج لکھنؤ کی حالت نہایت قابل توجہ تھی قوم کی امید ہر اس نونہال سے وابستہ تھیں مگر ناسازگاری فضا میں پھلنا پھولنا دشوار کیا ناممکن ہو رہا تھا۔ قدرت نے اس مریض کے علاج کیواسطے اعلیٰ حضرت قدر قدرت سلیمان شوکت حضور پر نور سرکار نواب سر سید رضا علی خاں بہادر (دام اقبالہٗ و حشمتہٗ) والی دارالسرور ریاست رامپور کو تجویز فرمایا اور اس مسیحا نفس نبض شناس قوم نے پہلی نظر کیمیا اثر میں وہ کیفیت پیدا کر دی کہ اب یہی نہیں کہ روبہ اصلاح ہونے ہی کی امید نہ پیدا ہو گئی بلکہ یقین کامل ہو گیا کہ مرض لاعلاج سے شفا پاکر عنقریب کامل صحت کیساتھ بار آور ہو گا

انشاء اللہ ہم اس موضوع پر آیندہ سیر کن مقالہ لکھیں گے اسوقت صرف اپنی قوم سے استدعا عرض کرتے ہیں کہ بدرگاہ بے نیاز رب مخصوص اوقات ہی کیا کرتے ہیں جنھوں نے ہمارے اس درد قوم رکھنے والے رئیس کی مشعوب بہ لبیک کہی اور عملی اقدامات کئے ہیں خود جس جس مقام پر بسلسلہ تبلیغ و اشاعت اسلام

سلام

(رشحۂ فکر جناب نواب محمد معین خانصاحب بہادر نعیم حیدرآباد دکن)

سرخرو جانا ہے گر اللہ کے دربار میں
جان نکلے تن سے یاد حیدرِ کرار میں

موت آتی ہے نظر عباسؑ کی تلوار میں
خوف کا طوفاں بپا ہے لشکرِ کفار میں

آ نہیں سکتی کبھی تحریر میں گفتار میں
جو وفاداری تھی عباسؑ علم بردار میں

متقی۔ ابرار۔ زاہد حق شناس و رحق گذار
وصف کیا کیا تھے شہ مظلوم کے انصار میں

شیر دل۔ صبر آزما۔ سبط نبی کے جاں نثار
ایک سے تھا ایک بڑھکر خوبی کردار میں

ہر طرف بھگدڑ پڑی ہے بیا پر کے ڈوبے ہوئے
ہر زباں پہ یہ سخن ہے لشکرِ کفار میں (قطعہ)

ہیں یہ عباسؑ دلاور ان سے لڑنا ہے محال
کاٹ ہے تیغ علیؑ کا تیغ جوہر دار میں

آیۂ تطہیر جن کی شان میں نازل ہوئی
بے ردا ان کو پھرایا کوچہ و بازار میں (قطعہ بند)

ہائے دنیا میں قیامت آج کیوں آتی نہیں
سر برہنہ بی بیاں ہیں شام کے دربار میں

کیوں نہ دیں دل میں غم شہ کو جگہ ہم اے نعیم
لطف آتا ہے بہت اس جانفزا آزار میں

دین و دنیا کی جو حاجت ہو طلب کر اے نعیم
ہے کمی کس چیز کی شبیرؑ کی سرکار میں

سلام

(دعا بجناب مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر مرحوم یمین السلطنت حیدرآباد)

اے سلامی قتل شاہ بحر و بر ہونے کو ہے
رنج سے پانی مرا خونِ جگر ہونے کو ہے

صبح عاشورہ کہا شبیرؑ نے اصحاب سے
اب کمر باندھو کہ دنیا سے سفر ہونے کو ہے

حرؑ نے فرمایا کہ میں حق کی طرف ہوں اولعین
اب فدا پائے شہ دیں پہ یہ سر ہونے کو ہے

شہ کا سر نیزہ پہ ہے ور سر برہنہ ہیں حرم
چرخ کو گردش سے اب دوران سر ہونیکو ہے

آرزوئیں پوری ہونیوالی ہیں دل کی سبھی
شادؔ اب اپنی دعاؤں میں اثر ہونیکو ہے

نظم

(مولانا راشد صاحب حنفی برہان پوری)

اس زمیں کا ذرہ ذرہ مظہر اعجاز ہے
یہ زمیں ہی آسماں صد مرکز اعزاز ہے
اس کو حاصل رفعت بام حریم راز ہے
روضۂ شہ میں جو ارض کربلا ممتاز ہے
اس مقدس خاک پر روئے زمیں کو ناز ہے

کربلا میں یعنی ہے صبح صادق کا سماں
چہچہاتا ہے زمیں پر بلبل باغ جناں
نغمۂ تکبیر کا ہے لحن داؤدی کی جاں
جھومتے ہیں نخل صحرا سن کے اکبرؑ کی اذاں
کس قدر تاثیر میں ڈوبی ہوئی آواز ہے

شبر فطرت شغل پیکر بحر جودت کا نہنگ!
آسماں کو روندڈالنے یہ طرارے میں امنگ
وقت جولاں جنبش بال ہما کا رنگ ڈھنگ
شاہ کے دلدل کے تیور سے عیاں تھا وقت جنگ
پر نہیں کھلتا مگر آمادہ پرواز ہے

شام ہی سے شوخیاں کھلا رہی تھی اہل شام
تھا ادھر بھی رات بھر جنگ و جدل کا اہتمام
صبح عاشورہ فلک کو دیکھکر بولے امام
دے رہا ہے صبح کا تارا قیامت کا پیام
آج اسمیں آفتاب حشر کا انداز ہے

زندگی پر زندگی بھر جان دیتا تھا یزید
نامرادی میں مرا وہ مٹ گیا نام یزید
سر کٹا کر آج بھی زندہ ہے شبیرؑ سعید
سچ ہے راشدؔ سر کٹا کر بھی نہیں مرتے شہید
ہے یہی وہ موت جس کو زندگی پر ناز ہے

انشاء اللہ ماہ مئی کا پرچہ آخر ماہ تک ضرور شائع ہوگا۔ (مینجر)

(باہتمام لالہ رام سرن لعل رستوگی نے اپنے شانتی پریس بدایوں میں چھپوایا)

Factual Statement Issued by the hon'ble Minister for Supplies Published on the 19th October, 1943.

THEY SACRIFIED RS. 40 LAKHS.

On its appointment as Government agents on may 20, 1943, this firm voluntarily offered to go out of the rice trade on its own account—an offer later embodied in their agreement—and surrendered their entire Bengal stock which on that date amounted to 10,755 maunds of rice at the prevailing price and their entire purchases in the eastern region amounting to 235,557 maunds of rice at their average cost price for the region of Rs. 14-12-9 per maund. They did so at a time when the price of rice in Bengal was about Rs. 32 per maund, and they thus sacrificed a certain net profit of about Rs. 40 lakhs computed at the lowest market rate then prevailing This transaction absolutely saved the people of Bengal at that time as the stocks of rice in the hands of the Government were then very low—being barely three days requirements of Calcutta—and were wholly insufficient to meet the demands of the priorities, of the controlled shops, of the deficit districts and of such of the industrial concerns that needed immediate supplies before they could fend for themselves.

The total purchases of foodgrains made by the firm on behalf of the Government up to October 11, 1943, amounted to 2,516,573 maunds, 5 seers, 4 chataks, the total value being Rs. 5,59,02,808-12-9. The Government have paid them Rs. 5,15,00,000. Over and above the sums thus due by the Government to the company nothing has yet been paid to the company by way of commission and the cost of bagging, packing, handling, carting and other permissible charges. The price of average purchases until October, 11, 1943, stands as under :—

Rice Rs. 24-5-6 per maund; paddy Rs. 12-0-0 per maund and pulses Rs. 15-12-3 per maund.

Up till October 11, the amount of rice, paddy and pulses delivered to us were as follows :—

Rice Mds. 1,413,893-17-12 ch.; Paddy Mds. 45,366-18-0 ch. and pulses Mds. 269,550-0-0.

Orissa has yet to deliver against Government purchases 100,671 maunds of rice and 36,900 maunds of paddy. Delivery

(Contd on page 2)

terms of agreement are that he cannot buy on his account as long as he continues to be the agent of the Government of Bengal. The terms have been arranged and have passed through both our solicitors and have been agreed to right from the beginning that he can make no purchases on his own account and he can make no purchases on the account of others except with the consent of the Director for Civil Supplies He has been allowed to make purchases on behalf of the Government of India. The Government of India have utilised his services to make purchases outside the eastern zone in many places and they have done so on terms far more favourable than we have given them and they have done so without security without which it seems no business can be transacted.

"It is further stated that this (giving up private rice business) was a blessing in disguise to Mr. Ispahani. It was no question of blessing. Mr. Ispahani not only had to close down his own rice business, but he had to close down several other businesses in order to be able to send his agents to various places in which we required them. He has placed his own servants and agents in jeopardy they are being prosecuted in various places, their stocks have been looted. He has placed himself and his money and agents in jeopardy As I have stated, it has been no blessing to him. Can I expect the other side to understand it ? Can I expect them to understand how a person can make sacrifice for an ideal for which he is prepared to go to any extent ? I hope, Sir, that time will come when honourable members from the other side will make similar sacrifies for the ideals which they profess."

When speaking of his partially successful efforts to meet the requirments of the deficit areas, the Hon'ble Mr. Suhrawardy said—

" I have been enabled, I say here, to do so on account of the magnificent and satisfactory manner in which the firm of M. M. Ispahani, Ltd. have acted and have been able to secure these supplies for us. I have before me the lesson of four agents that had been set up by the late Government when they could not secure even ten lakhs maunds from the surplus district within Bengal even in the month of January when the grain comes to the market."

entirely on wrong facts. He thinks that he has got good information from my department. But his information and the information of several other hounrable members is information gathered from petty little clerks, gathered here and there, and is entirely incorrect.

" I will tell you what the facts are. There is no need for an open enquiry. I am perfectly certain that there never will be found the slightest breath of scandal or reproach after this heat and this atmosphere has been dissipated. Dr. Syamaprasad Mookerjee has asked: how has this firm of Ispahani's made a gift to us of Rs. 40 lakhs ? If they sell at Rs, 22 when the price is Rs. 30 and if they have 5 lakhs of maunds in their possession, it means that they have given up Rs, 40 Lakhs, but if they had purchased the same rice at Rs. 14 As. 8 or Rs. 15 and sold it at Rs. 22, they would have made about 40 lakhs profit. Let me tell the House that Messrs Ispahani sold it to Government at cost price * (See Minister for Civil Supsliers' statement on page 12, paragraph 3.) Extract Given on page 8 here.)

"All their papers, their documents, their invoices, their books made at the time when they were purchsing for themselves and prepared in course of their business at the time when there was no question whatsoever of their taking an agency will prove that All these papers have been audited

" Another charge is that two crores of rupees—some say, three crores, and some say, 180 lakhs—has been advanced to the firm I obtained the figures yesterday as to how the accounts stood and the figures go to show that we stand indebted to Mr. Ispahani or to the firm to the extent of Rs. 65 lakhs.

All along govenment has been indebted to this firm· all along they have made more purchases for us than the money they have got from us. The honourale member opposite I mean Dr. Syamaprasad Mookerjee, seems to have got some sort of information from some underling of government, and I am quite prepared to show the facts and figures and the accounts to Dr. Syamaprasad Mookerjee any time he wishes to inspect them

"Now Sir, Dr. Syamaprasad Mookerjee having got that information from somewhere stated that Mr. Isphani is contesting the proposition that he cannot buy on his own account. Our

FICTION Versus FACTS.

The Director of Public Information Bengal, issued a pamphlet with the above title. This is about "Bengal Govt. & the Ispahanis." There are certain people in the Country who simply try to cause *disturbance* and create misunderstanding by issuing facts which have no footing. The renowned firm of Messrs M. M. Ispahani Calcutta has all along been known far and for their honest and sincere dealings. Persons who are acting otherwise cannot tolerate the progress of these honest dealers and try all sorts of plans within their reach to bring a bad name to this famous firm. The recent trouble in Bengal Council and the propagation in Congress papers has been the outcome of these feelings. The Govt. of Bengal have very wisely published the above pamphlet just in time, which will remove all misunderstandings and it is hoped that reasonable men of either party will arrive at a right conclusion. We are giving here only a portion of the above pamphlet and will continue publishing other portions in the next issues.

(L. A. Haidari)

FROM PROCEEDINGS OF A DEBATE IN THE BENGAL LEGISLATIVE ASSEMBLY, ON THE 14TH JULY, 1943.

The charges levelled against the firm of Messrs. M.M. Ispahani, Ltd., as gleaned from the speech of Dr, S.P. Mookerjee delivered on the 24th July, 1943, were:—

(a) That they were wealthy profiteers who had made undue profits out of their transactions with the Govt. of Bengal.

(b) That they have received from the Bengal Government by way of advances, two crores of Rupees "without a single scrap of document"

To these insinuations and statements the Hon'ble Minister for Civil Supplies replied. Relevant extracts from his speech are:—

"Dr. Syamaprasad Mookerjee passed on to a tirade against Messrs. M.A. Ispahani. The name is a mistake. In the speech which was circulated to the house I referred to them as messrs. M.A. Ispahani & Co. They are actually a limited firm known as M.M. Ispahani, Ltd. I allowed Dr, Syamaprasad Mookerjee to give vent to all his vitriol because I knew that he was proceeding

death cannot lay its icy hand on his truth which was God's own. The tragic truth of Karbala is enternal. Carnal Yazidism could not destroy the imperishable truth of Husainism. Husain's truth will always live for ever being the foundation of human perfection No pain is comparable to the tragedy of Karbala but yet it is a privilege and a profit to dwell on that pain beacuse it is Divine. Oh: the truth of that tragedy! Oh! indestructible truth of Husain:—*Husain for ever.*

Surely one must not miss the meaning behind the Karbala sacrifice. To Yazid, ignoble power was the most important thing. But Husain's sacrifice teaches that the renunciation of power is even more important. It is that spirit of renunciation which is the basis of all personal morality. National morality, if founded on the example of Husain, will banish bloody wars by making all that is base in political adventure vanish once and for ever. Even as the longest day must have an end, man must cease to be the awful instrument of working out impure intentions When nations imbibe the spirit of Husain. they will shun Wars as wicked and vulgar. War breeds hate and hatefull wars whereas Husain is the ever flowing fountain of love—*Husain for ever.*

Lastly, others will tell the details of the touching and painful story of Karbala. Of this I have written before. It will bear repetition a thousand times. But today I have dwelt on the eternal greatness of Husain which will not be complete without a final word about his Faitfuls. Those faithful men who stood by him in life and death were the bravest of the brave. In Lord Rosebury's words ' Honour to the brave.' In the service of Imam-Husain they have undergone the sharpness of death and sleep their eternal sleep. In a nobler and higher sense. have they not returned to us today ? They return to us with message of duty, of courage, of patriotism. They return to us with a memory of high duty faithfully performed; they return to us with the inspiration of their example. Peace then to their dust. Honour to their memory—*Husain for ever.*

[The moon light]

shadowing nothings. Against the inglorious reigns of unkingly dictators and conquests of men who act like demons is set the flaming sword of Husain—*Husain for ever !*

The benignant life of Husain is full of lessons for man, full of humanity, full of wisdom, full of goodness and godliness, full of soul-elevating ideals—yet the tragedy of Karbala breaks the heart. The memory of Husain is imprinted on numberless souls for all time because it is fed with the waters of the heart. What greater orator there ever was than the true feelings of millions mirrored in a flood of tears that sweep over the earth during Moharrum. "Nothing" said Cicero, "dries quicker than a tear." But the tears of countless worshippers over the Karbala tragedy are proof that Husain lives in our minds and thoughts. Husain will move mankind for ever as no event can ever move—*Husain for ever.*

Horace says, "Sometimes even excellent Homer grows drowsy." But Husain keeps all awake and alive. We sleed over him the like of whom the world has never seen. We dwell on his sacrifice. Never was sacrifice more pure, more daring, and yet more humble and humane. Husain's victory was sacrifice and that of his faithful men He created a new ideal for man by casting away his life. He held death in scorn because he realised the deathlessness of God in man. Christ says the kingdom of God is within every man. It is a concealed kingdom. Husain revealed it in deed even as God's prophets have revealed it in noble words in all religions. And so Husain belongs to all religions and all men—*Husain for ever.*

Time devours all. Pleasures are like poppies. The flower loses its bloom. The snow falls only to melt. Comet but lasts for a season. Men are born to die. But happy are they who follow the footprints of Husain which are legible on the shifting sands of time Blind are they who read them not. There one sees truth, character and consistency writ large. If one ventures to be true he who dares to be foul and false must fail to prevail. There is no armour against Husain's truth for all time. Even

he was a man who had no evil in him. For ever and ever, the prophetic soul of Husain will light the path of gloomy life. For ever and ever will his name shine like the bright lamp of God at which all mortal men can always kindle their rush-lights. The beautiful ray, the eternal flame and the welcome warmth that come from Husain's lamp give comfort to the soul when the body is assailed on all sides and the mind is given no rest—*Husain for ever!*

We weep over Karbala tragedy. We shed profuse tears for Husain's ill luck. Grief preys upon our hearts at the very thought of Karbala, of Husain and his Faithfuls walking into the valley of death. All griefs, they say, are diminished by the length of time. But in the case of Husain, length of time has only dug deeper the depth of sorrow. Never was sorrow holier than in the holy ground of Karbala where immortal Husain fell and felt to live for ever. His distress, if understood and thought over, will humanize the tormented soul of man. His suffering has given to man a clear vision of God and His purpose on earth. Grieve as we cannot help doing during Moharrum over Husain's tragedy let us ease our minds with the thought that it was so ordained by a Divine Providence who sends every man to the world with a mission, a message to deliver. Whether man delivers it or not, whether he fares ill or well in this world, is his affair and Fate's. Bute Fate itself must bow to Husain who conquered it. The Karbala tragedy was a triumph over fate itself which may control life but not the life beyond. Even fate therefore failed to vanquish Husain. Karbala is big with the fate of Husain. Emerson in his *Essay on Persian Poetry* translates Hafiz thus:

'Tis writ on Paradise's gate
'Woe to the dupe that yields to Fate'.

It was fate that yielded to Husain at Karbala. Never was such a conquest. Although the sad realities of Husain's fate make us cry blessed are the tears that fall from thousands of eyes nay hearts during Moharrum—yet we can derive consolation from the fact that the seeming glories of our state are ephemeral.

THE ISLAMIC WORLD

BUDAUN. U. P.

Vol. 8 | **April 1944.** | **No. 1**

HUSAIN FOR EVER

By **Mr. C. S. RANGA IYER.**

HUSAIN was a prophet of the soul. At Karbala, he said goodbye to an unseemly, insincere, Yazid-ridden world. This world was not his spiritual home. He wanted to find one in this world but that he was denied. Therefore he found his eternal home in the ever-green memory of mankind. No wonder Karbala has become a sacred spot even as Husain has become a sacred thought. The defeat of Husain who courted it must make man know that the mundane grandeur of Yazidism is dust and lost in the dust for ever whereas the spiritual splendour that was Husain's survives man that is dust as well as the rust of ages. If Yazid showed how near was man to dust, Husain proved how near was man to his Maker—*Husain For Ever.*

The message of Karbala is like the miracle of the Gospel. Hark, Hark, Husain's soul! the eternal soul! He fought through the dreary darksome night of Mammonism, materialism, power-hunger, evanascent glory of mundane rulership to meet the dawn of true spiritual death-in-life which is also life in-death. It is not that like materialist man Husain wanted to make the best of life. Rather he made the best of death. To Husain life and death were indifferent things. He neither sought them nor shunned them. But by fighting the evil of life, he established the good that comes after death. Shakespeare put in Mark Antony's mouth over Ceasar's grave the philosophic thought—"the evil that men do lives after them-the good is oft interred with their bones" In Husain's case, however, the good has lived after him ...

(Continued from page 8)

orders have been endorsed in favour of the Government of Bengal and have been handed over to the Director of Civil Supplies.

Bihar has to deliver Mds. 186,968-13-0 ch of rice and Mds. 38,986-20-0 ch. of paddy. They are awaiting permits to be shifted into Bengal.

The eastern States have to deliver Mds. 179,469 rice and Mds. 62,270 paddy and pulses Mds. 4,910. These goods are in the course of despatch. The delay has been due to bad roads; transportation has been difficult during the rains.

The Unifed Provinces have to deliver 84,132 maunds of pulses. About 121,000 maunds of rice and paddy purchased in Bengal are awaiting delivery.

It may be noted here that the agent undertook the responsibility for any shortage in weight about 2 per cent. and the handling and other charges were cut so thin that none of the agents now appointed for procurement of the 'Aus' crop has agreed to accept similar terms.

CONTENTS.

Regd. No. A. 378.

UNDER THE KIND PATRONAGE OF

HIS HIGHNESS, AMIRUL OMARA NAWAB SIR WASIF ALI MEERZA BAHADUR K.C.S.I, K.C.V.O,

NAWAB BAHADUR OF MURSHIDABAD.

THE ISLAMIC WORLD

BUDAUN. U. P.

Vol. 8. | APRIL 1944. | No.—1.

ANNUAL SUBSCRIPTION.

INDIA RS. 6/- SINGLE COPY (INDIA) -/10/-

sh. d.

FOREIGN RS. 8/- or 10 sh. ... ... FOREIGN 1/- or 1. 1

CHIEF EDITOR
H. A. Badr.

MANAGER & PUBLISHER
ALI ASHRAF
Kazi Tola, BUDAUN.

Printed by L. Ram Saran Lal Rastogi at the Shanti Press, Budaun.

رجسٹرڈ نمبر اے ۳۷۸

رجسٹرڈ نمبر اے ۳۷۸

اسلامی دنیا

بدایوں

چیف ایڈیٹر

حسن افضل بدر

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ

اسلامی دُنیا

زیر سرپرستی

حضرت قمر الواعظین لسان الملتہ ناصر الشریعت ثقتہ الاسلام مولانا مولوی محمد لقاعلی صاحب حیدری مدظلہ العالی

زیر حمایت

حضور عالی امیر الامراء ہز ہائی نس نواب سر واصف علی میرزا بہادر کے سی۔ ایس ائی کے سی۔ وی۔ او۔ نواب بہادر آف مرشد آباد دام اقبالہٗ

مدیر مسئول حسن افضل بدر

نمبر ۳	بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۴۴ء	جلد

شذرات

ہم تو واقعی معذرت خواہی کی حد سے متجاوز ہوگئے۔ بلکہ تھک گئے آخر کہاں تک لکھا جائے کہ فلاں امر مانع آیا اور فلاں امر نہ ہونے کے باعث رسالہ بہ دیر بہ دقت اور بکم حجم کا شائع ہوا۔ اب جو کچھ بھی ہوا ہی لگاتار کوشش کے نتیجہ کے امیدوار رہیں گے اور ہمدردان رسالہ کے صبر کا اندازہ کرینگے۔ ہمکو کچھ شکایت نہ ہوگی اگر بہت سے حضرات رسالہ کی کمزوریوں سے تنگ آ ہوکے خریداری سے انکار کردیں لیکن یہ ضرور جانتے ہیں کہ جو رقم ان کے ذمہ واجب ہے وہ اخلاقاً بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں یا اگر اس میں بھی تامل ہو تو مطلع فرمادیں کہ کچھ نہ دیا جائے گا یا کچھ حصہ ادا کرنے کے ساتھ بقیہ کی بیباقی کے خواہشمند ہوں۔ اس میں معاملہ بھی صاف ہوجائیگا ہماری زحمت بھی کم ہوجائے گی بلکہ یہ خیال جاتا رہے گا کہ کس قدر کثیر رقم بہ مد بقایا رجسٹر میں درج ہے۔ اس ماہ میں صرف دو پرچہ انکاری واپس آئے ہیں جن میں سے ایک صاحب کا حساب بیباق ہے کل رقم واجب ادا شدہ ہے اور دوسرے صاحب کے ذمہ صرف تین سال کا چندہ ہی واجب نہیں ہے بلکہ بلاک کی تیاری اور طباعت کے مصارف جو ہمارے غریب ادارہ نے اپنے پاس سے ادا کئے ہیں واجب ہیں چونکہ کوئی تحریر نہیں آئی ہے ہم نے بخوشی رسالہ کا اجرا موصوف کے نام بند کردیا اور ایک خفیف سی امید ہے کہ شاید لکھنے سے کوئی حصہ مطالبہ کا وصول ہوجائے اگر جواب نہ ملا۔ یا انکاری ملا تو ہم رجسٹر میں بیباق لکھدینگے اس سے زیادہ سہولت کی دوسری صورت ممکن نہیں ہے۔

ہمارے کرم فرما مفتی تہور حسین صاحب اثر بدایونی نے الہ آباد سے ۲۰ر اگست کو ایک پرچہ بھیجا اس میں بہت سی باتیں بیحد مفید اور دلچسپ تھیں لیکن ایک بات تکلیف دہ بھی تھی کہ مفتی صاحب خدانخواستہ علیل ہوگئے تھے۔ شاعر تو ہمیشہ علیل ہی رہتا ہے۔ جسمانی آرام نہ ہوں تو دماغی افکار کیا کوئی کم علت ہیں خیر مسرت ہے کہ وہ بفضلہ تعالےٰ اب اچھے ہیں لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ بقیب اعدا کس علت کا شکار ہوگئے تھے دماغی تھی یا جسمانی۔ انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی اہم مسئلہ پر غور وخوض کرتے کرتے مراقبہ کے عالم میں کچھ کا کچھ نظر آنے لگا اور خیریت ہوگئی کہ بہکے نہیں بلکہ صحیح راستہ پر جس کا پتہ ان کا تازہ ترین فکر سے یا نتیجہ عقل سے ظاہر ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں :—

قطعہ

عقیدہ تو مسلم ہے یہی۔ پھر دل بھی اک شے ہے　　　میں (یعنی مفتی اثر صاحب) سنی ہوں۔ مگر کیا سینہ کو دل سے نہیں ہوتا
محمدؐ مجھ کو پیارے ہیں۔ تو ہیں آلِ محمدؐ بھی　　　اثر اس میں کسی تفریق کا قائل نہیں ہوتا

ہم نے دوسرے مصرعہ میں "ہیں" کے بعد بریکٹ میں (یعنی مفتی اثر صاحب) لکھ دیا کہیں مفتی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ مدیر نے اثر کے اثر کو زائل کرنے یا کم کرنے کے واسطے قلم کر دیا۔ مصرعہ تھا کچھ اور لکھ کچھ دیا۔ حقیقتاً ہے تو عذر گناہ بدتر از گناہ لیکن مجھ سے ایک غلطی ہو گئی اور وہ صرف اس لئے ہوئی کہ میں انسان ہوں جناب سید آل رضا صاحب و ام مجدہٗ السامی کہ مسدس کا ایک مصرعہ میں نے جون کے پرچہ کے صفحہ ۵ پر لکھ دیا تھا۔ حقیقتاً یہ سہو تھا خدا معاف کرے۔ مگر نماز میں اسی قسم کی کوئی بات ہوتی تو سجدہ سہو کرتا۔ اب اپنی غلطی یا سہو کا اعتراف کرتے ہوئے سر جھکا کر با ادب تمام جناب سید آل رضا صاحب کی بیت لکھتا ہوں جس کا ایک مصرعہ صفحہ ۵ سطر ۱۵ پر ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ اور وہ یہ ہے:-

اموی دور کی دیوار میں در کر کے چلے　　　فاتح کرب و بلا شام کو سر کر کے چلے

ہم نے لکھ دیا تھا "کربلا فتح ہوئی شام کو سر کر کے چلے" مفہوم تو ضرور نہیں بدلا لیکن مصرعہ مسخ ہو گیا۔ خدا جانے جناب سید آل رضا صاحب نے کیا خیال کیا ہوگا بات اصل یہ ہے کہ ہمارے ذہن میں ایک بیت اسی مسدس کی تھی۔

ایک سفر ختم ہے۔ اک اور سفر کرنا ہے
کربلا فتح ہوئی شام کو سر کرنا ہے

بس پھر کیا تھا بلا تامل وہ مصرعہ لکھ دیا جو آپ حضرات نے ملاحظہ کیا۔ سجدۂ سہو کی بجائے سہو کا اقرار اور سر جھکا کر شرمندگی کا اظہار تو سید آل رضا صاحب کے واسطے کافی ہوگا۔ لیکن سجدۂ سہو کے بعد سجدۂ شکر بھی ضروری ہے اس لئے جناب اثر کا شکریہ بھی ادا کرنا ضروری ہے۔ خدا ان کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے مجھے جلد غلطی پر متنبہ فرمایا میں سجدۂ سہو اور شکر دونوں ایک ساتھ ادا کر سکا۔ خدا قبول فرمائے۔

جناب سید آل رضا صاحب و ام مجدہٗ نے ایک غزل نعتیہ بھی اسی سلسلہ میں پڑھی تھی جس کے دو تین شعر یاد رہے ہیں وہ درج ذیل ہیں خدا کرے اس مرتبہ سہو نہ ہو۔

نبی ہے تو وہ جامعیت کسی میں　　　جو دنیا میں دیکھی ہمارے نبی میں
نہ تھی صرف مسجد ہی میں گلفشانی　　　ہدایت ٹپکتی تھی رستے گلی میں

خدایا محمدؐ محمدؐ محمدؐ　　زبانِ رضا پر رہے جاں کنی میں

چند ماہ کے بعد یہ رسالہ شائع کرنے پر ہم قادر ہوئے اسی عرصہ میں بدایوں میں میونسپل بورڈ الیکشن بھی ہوگیا اور تمام حلقوں میں زور شور کے ساتھ رسہ کشی ہوئی۔ ہم حلقہ نمبر دو سے تعلق رکھتے ہیں ہمارے حلقہ کے مسلم امیدوار شیخ کوثر حسین صاحب ایڈوکیٹ اور ڈاکٹر سید آل محمد صاحب نقوی ایم بی بی ایس تھے کچھ اور امیدوار بھی تھے جنھوں نے کسی نہ کسی شخص کے حق میں دست برداری کی تھی ہم کو تفصیل لکھنا مقصود نہیں ہے۔ حلقہ نمبر دو کی ممبری سے ہمارا تعلق تھا۔ ڈاکٹر سید آل محمد صاحب نقوی سے گوناگوں تعلق کے علاوہ قریبی رشتہ داری بھی ہے اور تمام باتوں کے علاوہ ڈاکٹر صاحب اہل ہیں اس لئے ہماری کامل ہمدردی اُن کے ساتھ تھی۔ ہمارے کرمفرما حضرت اثر بھی اسی حلقہ میں ووٹر تھے اور باوجود اُدبائے ثم الہ آبادی ہونے کے ووٹ دینے کے واسطے بلائے گئے اور شیخ کوثر حسین صاحب کی قرابت داری نے ہمارے اثر کو اپنی طرف کھینچ لیا لیکن ہم کو یقین کامل ہے کہ جناب اثر کا دل ہمارے ساتھ تھا اور بادل ناخواستہ زبان جو دل کی ترجمان ہے شیخ کوثر حسین کے ساتھ تھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ حضرت اثر اپنے ذاتی اثر کو کام میں لانے کی قطعی کوشش نہیں کی آئے ووٹ دیا اور دو ایک دن قیام کرکے سہرن کے بعد کی باتیں سن کر الہ آباد تشریف لے گئے ہم کو اس وقت اس شعر کا پورا لطف آیا جو ہم ابتدا میں لکھ چکے ہیں۔

محمدؐ مجھ کو پیارے ہیں۔ تو ہیں آلِ محمدؐ بھی　　اثر اس میں کسی تفریق کا قائل نہیں ہوتا

(چیف ایڈیٹر)

حضرت قمر الواعظین مدظلہ العالی شروع ماہ اگست میں دہلی تشریف لے گئے تھے درگاہ پنجہ شریف میں چند مرنے والوں کے ایصال ثواب کی غرض سے مجالس عزا کی بنا تھی اور موصوف سے خواہش کی گئی تھی کہ وہ اس مجلس میں فلسفۂ موت وحیات پر تقریر فرمائیں۔ باوجود تین ماہ کی مسلسل ناسازی مزاج کے آپ نے زحمت گوارا فرمائی۔ ۱۳ اگست کو دہلی پہونچے ۱۴ کو ۱۰ بجے شب کے مجلس کی بنا ہوئی ایک بجے شب تک معینہ موضوع پر وہ معرکتہ الآرا تقریر فرمائی جس کے متعلق بالعموم ... تھا کہ مجلس اپنی قسم کی پہلی تھی اور تعزیت کی مجالس اس عنوان کی اب تک نہیں دیکھی تھیں۔ ختم مجلس کے بعد دیر تک بعض حضرات نے کچھ سوالات کے جواب چاہے جو نہایت اطمینان بخش دئے گئے۔ دہلی سے میرٹھ تشریف لے گئے اور میرٹھ دوران جناب مستطاب مولانا حکیم سید محمد صاحب قبلہ نگروری کے پاس قیام کیا۔ جناب حکیم صاحب موصوف نے نبض دیکھ کر خدا جانے کیا دوا تجویز فرمائی اور اپنی نگرانی میں ...

کہ پہلی خوراک میں مرض کا ازالہ ہوگیا اور اب بحمد اللہ تمام شکایات برطرف ہیں صرف ضعف باقی ہے وہ بھی انشا اللہ جاتا رہے گا۔ اسی سفر کے سلسلہ میں جھنجانہ۔ کیرانہ۔ سہارنپور۔ کرنال پانی پت۔ جانے کا اتفاق ہوا اور ہر مقام پر قریب قریب تقریر کرنا پڑی لیکہ کرنال میں دو مجلسوں کے علاوہ مسجد درگاہ قلندر صاحب میں نماز جمعہ کے بعد مسئلہ حج پر تقریر فرمائی اور اس کی اہمیت سطحی عام و تمام کے ذہن نشین کرائی کہ سارے مجمع پر وجد کا عالم طاری تھا۔ جناب واسطی صاحب نے جو مسلم لیگ کے سکریٹری اور مقامی سیرت کمیٹی کے نمائندہ ہیں اس تقریر سے متاثر ہوکر خواہش کی ہے کہ جناب قمر الواعظین ۱۸ اکتوبر میں کوئی تاریخ معین فرما کے کرنال تشریف لائیں اور سیرت پاک پر تقریر فرمائیں۔ انشا اللہ تعالی ایسا ہوگا۔

حضرت ابو الکلام صاحب آزاد کے شاہکار قلمی ”شہید اعظم“ کا تنقیدی تبصرہ جو اثر خامہ حقیقت رقم حضرت قمر الواعظین مدظلہ العالی ہے چھپکر تیار ہوچکا ہے ۸۴ صفحہ پر اصل کے ضروری اقتباسات اور ان پر سیر کن تبصرہ ہے ہدیہ عہ ہے۔ ہمارا اس کتاب کے متعلق کچھ لکھنا خودستائی کی تعریف میں آئے گا کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اگر پڑھنے کے بعد پسند نہ آئے تو دام واپس کردیئے جائیں گے لیکن بلا وصول قیمت پیشگی بھیجی نہ جائے گی۔ ایک ہفتہ میں ⅓ کی بقدر کتابیں شائع ہوچکی ہیں اگر یہی رفتار رہی تو ایک ماہ کے عرصہ میں سب ختم ہو جائیں گی۔ پھر اشاعت آئندہ کا انتظار کرنا پڑے گا قیمت کے ساتھ ۲ آنہ صرف ڈاک کے واسطے آنا ضروری ہے دس رسالہ کے یکشت خریدار کو محصول معاف (ایڈیٹر)

چند ماہ کی غیر حاضری کے بعد رسالہ اسلامی دنیا اپنے ناظرین کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے۔ سیکڑوں خریداروں میں صرف معدودے چند ایسے ہیں جنکو اعتراض ہے کہ رسالہ بہ دیر شائع ہوتا ہے حجم کم ہے۔ چندہ زیادہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ۹۵ فیصدی ایسے حضرات ہیں جو صرف اس امر سے مطمئن ہیں کہ رسالہ زیر نگرانی حضرت قمر الواعظین مدظلہ العالی نکل رہا ہے۔ دیر آید درست آید پر ان کی نظر ہے۔ اور وہ سال بھر میں دو ایک ہی رسالہ پاکر ہی مطمئن ہونگے ہم نے پیہم معذرت کی کوشش کی کہ کوئی صورت اصلاح حال کی پیدا ہو لیکن اینک ہم اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکے اسلئے رسالہ بہ دیر تو شائع ہوتا ہی رہاہے اب ہم اسکی دیر کو باقاعدہ کئے دیتے ہیں یعنی بجائے ”ماہانہ“ کے فی الحال خاتمہ جنگ تک اسکو سہ ماہی کر دیا جائے گا اور امید ہے کہ اب ”بہ دیر“ کی شکایت ہی پیدا نہ ہوگی۔ حجم بڑھایا جائیگا جیسا کہ ممکن ہوگا لیکن ہمارا رسالہ صفحات کی قیمت پر ہرگز فروخت نہیں کیا جا رہا ہے نہ یہ ہمارا

مطمع نظر ہے۔ ہمارا مقصد ہے صرف "تبلیغ واشاعت اسلام" اور اس سلسلہ میں اگر ہم دوران سال میں صرف چند ہی مضامین شائع کر سکیں گنتی کی ہی سہی لیکن بہتر بن نظمیں شائع کر سکیں تو ہم اپنے مقام پر مطمئن رہیں گے اور یقین واثق ہے کہ ہمارے مخلص ہمدرد بھی ہماری طرح مطمئن ہونگے۔ جن حضرات کو ہماری رائے سے اتفاق ہو وہ متفق رہیں جنکو اختلاف ہو وہ دسمبر کا پرچہ واپس فرمادیں اور جو رقم پچھلے مطالبہ میں دینا چاہیں بھیج دیں نہ دینا چاہیں صرف پرچہ انکاری واپس آنا کافی ہوگا ہم اپنے رجسٹر میں ان کے نام پر سابقہ بقایا لکھ دینگے۔ رسالہ سے ہمارا مقصد ہرگز روپیہ پیدا کرنا نہیں ہے جو خدمت ہم سے ہو سکے گی کرینگے جو ہمدرد دامے تبلیغ سے ہو سکے گی وہ فرمادیں اور جو کوئی نہ کرنا چاہے تو انشاء اللہ "حضرت قمر الواعظین مدظلہ العالی" اپنی زندگی بھر اس سلسلہ کو جاری رکھیں گے اور جس طرح اب تک انھوں نے لسانی جہاد کیا ہے قلمی جہاد اور مالی ایثار فرمایا ہے اسکو بدستور جاری رکھیں گے۔ خداوند عالم موصوف کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور عرصہ دراز تک خدمت دینی کے واسطے صحیح سالم زندہ رکھے۔ اور وہ اپنی زندگی میں اس اہم دینی فریضہ کو ادا کرنے والا دوسرا شخص برسر کار دیکھ سکیں۔ آمین۔

(چیف ایڈیٹر)

مرزا غالب اور اُنکا مذہب

مرنے کے بعد مرنیوالے کے متعلق چہ میگوئیاں وخیال آرائیاں کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ارباب زمانہ ایسا ہی کرنے کے عادی ازل سے ہیں اس میں بڑے چھوٹے اعلیٰ ادنےٰ کا کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا اور مرنے کے بعد چند روز تک کو اروڑا ہوتا ہے۔

لیکن اکثر عظیم المرتبت بزرگ و برتر ہستیاں ایسی بھی گزری ہیں جن کی دولت مقصد کو صدیاں گزرنے کے بعد بھی اہل دنیا تبصرہ و ریویو کی مشعل سے اپنی اپنی وسعت واستعداد کے موافق دیکھنا چاہتے ہیں۔

متاخرین میں مرزا صاحب کی بھی ایک ایسی شخصیت تھی جسے مختلف الخیال اصحاب نے اپنے اپنے اعتقاد کی محک پر کسا۔ کسی کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا غلطی یا کوتاہی کی لیکن اس میں شک نہیں ہے۔ مرزا صاحب کی مذہبی کیفیت کو ہمارے کرم فرما مولوی نظام الدین حسین صاحب نظامی ایڈیٹر ذوالقرنین بدایوں نے بڑی جانفشانی و محنت و تلاش سے "نکات غالب" لکھکر بے حجاب کیا ہے۔

"نکات غالب" کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نکات و لطائف کے ساتھ مرزا غالب کی سرگذشت خود ان کے قلم سے زیب قرطاس کی گئی جن کے ماخذ اردوئے معلیٰ اور عود ہندی ہیں اور علاوہ دیگر عنوانات کے ایک عنوان "مذہب" بھی قائم کیا گیا ہے جس کو ہم ناظرین "اسلامی دنیا" کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں اور اس کا فیصلہ انھیں پر چھوڑتے ہیں کہ مرزا صاحب کس عقیدہ کے پابند تھے۔

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ مولانا نظامی صاحب حنفی المذہب ہیں۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

مسائل دیکھنا اور مسائل .... تناسخ میں غوطہ مارنا اور ہے اور عرفا کے کلام کو حقیقت حقہ وحدت وجود کو اپنے دل نشین کرنا اور ہے۔ مشرک وہ ہیں جو وجود کو واجب و ممکن میں مشترک جانتے ہیں۔ مشرک وہ ہیں جو مسلمہ کو نبوت میں خاتم المرسلین کا شریک گردانتے ہیں مشرک وہ ہیں جو نومسلموں کو ابو الائمہ کا ہمسر مانتے ہیں دوزخ ان لوگوں کے واسطے ہے۔ میں موحد خالص اور مومن کامل ہوں۔ زبان سے لا الہ الا اللہ کہتا ہوں اور دل میں لاموجود الا اللہ لامؤثر فی الوجود الا اللہ سمجھے ہوئے ہوں انبیا سب واجب التعظیم اور اپنے اپنے وقت میں سب مفترض الاطاعت تھے۔ (حضرت) محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی یہ خاتم المرسلین اور رحمت اللعالمین ہیں مقطع نبوت کا مطلع امامت نہ اجماعی بلکہ من اللہ ہے اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہے۔ ثم حسن ثم حسین اسی طرح تا مہدی موعود علیہ السلام۔

ع　　بریں زیستم ہم بریں بگزرم

ہاں اپنی بات اور ہے کہ اباحت و زندقہ کو مردود اور شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی سمجھتا ہوں اگر مجھکو دوزخ میں ڈالیں گے تو میرا جلانا مقصود نہ ہوگا بلکہ دوزخ کا ایندھن بنوں گا اور دوزخ کی آنچ کو تیز کروں گا تاکہ مشرکین اور منکرین نبوت مصطفوی و امامت مرتضوی اس میں جلیں۔　　"ماخوذ از نکات غالب"

(حسن افضل مدیر حبیب ایڈیٹر)

نور چشمی نواب قار جہاں بیگم سلمہ بنت حضرت قمر العظیمین مدظلہ العالی کی تقریب بسم اللہ خوانی کے جلسوں میں جو نظمیں پڑھی گئی ہیں ان کا کچھ حصہ جون کے پرچہ میں شائع ہو چکا ہے۔ آج بقیہ اگر ہوسکا تو اس نمبر میں شائع کریں گے کچھ باقی رہ گیا تو انشاء اللہ اشاعت آئندہ میں درج ہوگا۔

سہرہ

(از جناب مولوی مختار جمیل صاحب ایم اے بی ٹی حنفی صدیقی ہیڈ ماسٹر
اسلامیہ ہائی اسکول نصیر آباد)

چہرۂ معصوم کی جو نازکی سہرے میں ہے
صد بہارِ گلستانِ زندگی سہرے میں ہے

جن کی نکہت پر تصدق باغِ ہستی کی بہار
چشمِ بد دور ایک ایسی بھی کلی سہرے میں ہے

اے نگاہِ شوق تو ہی تجزیہ کر کے بتا
فیضِ رخ کتنا ہے کتنی دلکشی سہرے میں ہے

غنچہ و گل کو ہے حیرت ماہ و انجم سے سوال
ہاں بتا دیں آج گر کوئی کمی سہرے میں ہے

چاند بی بی کے رخِ روشن سے پایا ہے فروغ
چودھویں کے چاند کی سی روشنی سہرے میں ہے

علم و عرفاں کے خزانوں کی ہے گویا یہ کلید
کیا تعجب ہے جو نازِ آگہی سہرے میں ہے

ہے تو بس پیمانۂ حکمت کا جامِ اولیں
ایک ادنیٰ بیخودی و سرخوشی سہرے میں ہے

سہرے کی تابانیوں سے کیوں نہ ہو محفل میں نور
پرتوِ انوارِ زہرا و علی سہرے میں ہے

رسم تسمیہ خوانی بی بی وقار جہاں بیگم

(از جناب ماسٹر مظفر حسین صاحب حنفی صدیقی اسسٹنٹ ماسٹر مشن اسلامیہ ہائی اسکول شیخوپور بدایوں)

پھول سا چہرہ ہے پھر نامِ خدا کرسی کے پھول
کیا عجب جو کہہ اٹھیں صلِ علیٰ کرسی کے پھول

ماں کا ہیں ارمانِ دل جانِ تمنا باپ کے
ہم سے پوچھو تو ہیں برسوں کی دعا کرسی کے پھول

اللہ اللہ ان کی نکہت اللہ اللہ رنگ و روپ
جان و دل کو کیوں نہ ہوں راحت فزا کرسی کے پھول

لائی گلشن میں نویدِ تسمیہ خوانی نسیم
غنچے کھل کھل کے ہوئے نامِ خدا کرسی کے پھول

کر دیا مدہوش اہلِ بزم کو اُن کی شمیم
کہہ اٹھے سب کہنے والے مرحبا کرسی کے پھول

ہے تقاضا میری ارباب دین و ایماں کے ساتھ
علم کی دولت بنیں صبح و مسا کرسی کے پھول

قطعہ

وبد نستجین
حامداً و مصلیاً و مسلماً
(افسر الشعراء، نوالحلاج جناب حاجی عبد الجامع صاحب جامی)
رئیس بدایوں

مچی ہیں بسمانہ خوانی کی دھومیں بزم عشرت میں
دعائے حاضریں مانگو جناب رب عزت میں
وفار اپنا سبق توصیف شان پنجتن کرے
پڑھے یہ پنج سورہ روز قرآں فضیلت میں

نظم

(جناب ماسٹر الطاف بیگ صاحب چغتائی بیک ٹریننگ کالج الہ آباد)

دعا ہے بارگہ حق میں یہ بصدق و صفا
کہ با وقار زمانہ میں ہو وقار جہاں
عروج پر ہو نصیبہ کرم سے مولا کے
تمام مشکلیں اس کی خدا کرے آساں
رہے وِلا علی اس کے دل میں جلوہ فروز
ستارہ بخت کا چمکے ترقیاں ہوں عیاں
ملے لقا علی کا شرف اسے یارب
اثر طراز نہ ہو اس پہ انقلاب جہاں
کنیز بن کے یہ حسنین کی جہاں میں رہے
کمال عیش و طرب میں گذارے عمر رواں
ہماری عمر ہو علم و عمل میں کامل ہو
یہ والدین کا پورا کرے خدا ارماں
دعا قبول ہماری کرے خدا الطاف
طفیل فاطمہ حسنین کا کرم ہو عیاں

منقبت

(جناب قاضی غلام سجاد صاحب بسمل حنفی قادری)
مختار عدالت بدایوں

تا قیامت سہل ہے ہر ابتلا میرے لئے
درس ہے وہ شان تسلیم و رضا میرے لئے

باعث بخشش ہوئی تیری دلا میرے لئے — سیّد عالم نے فرمایا مجھے میرے لئے
اے حسین ابن علی اے صاحب حسن جلی — اب بھی تیری یاد ہے دل کی جلا میرے لئے
ہیں احب دل کے لئے مولا علی بعد از نبیؐ — بعد مولا تم ولی و مقتدا میرے لئے
میل خاطر دو طرف تھا کردیا سر نذر حق — بارگہ دل حضرت زین العبا میرے لئے
موجب رد قضا ہے بالیقیں تیری دعا — تھا مگر درس رضینا بالقضا میرے لئے
جب سے بھولا ہے دل ناکارہ تیرا اقتدا — دل کی حالت ہوگئی حسرت فزا میرے لئے
جوشش غم نے ہر نفس کو نالۂ غم کر دیا — نالۂ غم اب بھی کیا ہے ناروا میرے لئے

(بانی باقی)

نظم

(از جناب سیّد آل رضا صاحب ایڈوکیٹ لکھنؤ)

دل کی زینت دردِ حسینی سر کی زینت پائے حسینؑ — آنکھ کی زینت خالص آنسو لب کی زینت ہائے حسینؑ
خود ہے امانت کا یہ تقاضا شہ کے امانت داروں سے — ہو کچھ شان حسینیت بھی جس دم لب پر آئے حسینؑ
مذہب و ملت کے جھگڑے کیا مرکز حق تو ایک رہا — جیسے ہر انساں کے دل میں قدر شناس وقت تھے حسینؑ
اکسٹھ ہجری تھا اور اب ہے تیرہ سو اکسٹھ ہجری — وقت کو دیکھو چوم کے آیا چوم کے گذرا پائے حسینؑ
حرب و ضرب کو شل کرتا ہے دل کی مضبوطی کا حصار — جائے امن نہ پانیوالو۔ اب تو دیکھو جائے حسینؑ
ضبط تشنہ لبی کی قسم ہے۔ بہتے دریا سچ کہنا — اکثر تجھکو دیکھا ہوگا اشک کبھی بھر لائے حسینؑ
تن پر دل میں زخم ہزاروں اک دن تھے اور پھر سب دن — سر پر تاج محسنِ عالم دنیا زیر پائے حسینؑ
اپنے اپنے صنف و سن کے کیسے نمایندے نکلے — کرب و بلا کے تپتے بن میں چھانٹ کے کیکو لائے حسینؑ
جتنا کہنا چاہا شہ نے۔ کہہ پاتے تو کیسا ہوتا — حسن عالم میں نہ سمایا۔ جتنا کہنے پائے حسینؑ

حق کی حمایت دل کی قوت صبر و شجاعت استغنا
سب کچھ اسکو مل جاتا ہے جس کو رضا مل جائے حسینؑ

یہ نظم بھی جناب موصوف نے جلسہ منقبت خوانی میں پڑھی تھی جو بسلسلہ تقریب بسملہ خوانی نور العین وقار جہاں بیگم سلمہا منعقد ہوا تھا۔

سلام

(نتیجۂ فکر عالیجناب پرنس مرزا محمد کاظم علی صاحب قمر آف اودھ رائل فیملی لکھنؤ)

(طرح)

”علی اصغر نے حجت ختم کر دی بے زباں ہو کر“

علیؑ آئے جو دنیا میں تو شاہِ انس وجاں ہو کر　　خدائی بھر کے مالک دو جہاں کے حکمراں ہو کر

لڑے میدان میں شاہ مدا تشنہ دہاں ہو کر　　دکھایا زور حیدر اتنھے ناتواں ہو کر

شہیدان رہ حق آئے جب سے مہماں ہو کر　　شرف پایا زمین کربلا نے آسماں ہو کر

کہا بانو نے دل تڑپے نہ کیونکر میراماں ہو کر　　کہاں اصغر گئے میری نگاہوں سے نہاں ہو کر

لب نازک پہ کہا کر تیر اک موج تبسم تھی　　علی اصغر نے حجت ختم کر دی بے زباں ہو کر

چلے یاد فنا کے کربلا میں تند وہ جھونکے　　کہ گلزار محمدؐ رہ گیا آخر خزاں ہو کر

ادھر عابد کی خاموشی اُدھر زنجیر کے نالے　　فلک سے جا کے ٹکرائی تھیں آوازیں فغاں ہو کر

نبیؐ کشتیٔ دیں سبطین لنگر ناخدا حیدر　　پئے امت رہی زہرا کی چادر بادباں ہو کر

کہا یہ مسکرا کے شہ نے زینب سے خدا رکھے　　شبیہ مصطفےٰ نکلے علی اکبر جواں ہو کر

رقم تقدیر اخط صغرا میں جو سطریں درد فرقت کی　　رخِ شبیر پر ابھریں وہی سب جھریاں ہو کر

تمنائے دل پر داغ یارب جلد بر آئے

قمر جائے فزا اساں کربلا سے کامراں ہو کر

ریویو

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک کے بعض اہم عنوانات انگریزی نظم میں [illegible] مبلغ اسلام ڈاکٹر محمد علی الحاج سالمین صاحب بمبئی نے بہترین لکھائی چھپائی کے اچھے شائع کرائے ہیں۔ ۹۰ صفحہ پر [illegible] کتاب ہے اسکے علاوہ دیباچہ اور بعض ضروری عنوانات کے لئے تقریبا ۱۰ صفحہ صرف کئے گئے ہیں جلد نہایت خوبصورت ہے۔ کتاب معنوی اور صوری حیثیت سے دیکھنے کے قابل ہے اور غالبا انگریزی نظم میں یہ اقدام پہلا ہے ہم ناظرین اسلامی دنیا سے نہایت پرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کے ذریعہ سے اپنے کتابخانوں میں ایک بہترین اضافہ فرمائیں۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک [illegible] روپیہ ہے۔ ملنے کا پتہ:- ڈاکٹر محمد علی الحاج سالمین۔ بی یٹ۔ ایم ایس۔ پی (لندن) محبوب منزل بی کلا پاٹن روڈ بمبئی ۸

سلام

"یمین السلطنت مہاراجہ سرکشن پرشاد۔ شاؔد مرحوم وزیر اعظم حیدرآباد دکن"

مرحوم مہاراجہ بہادر نے کچھ سلام مجھے مرحمت فرمائے تھے جن میں سے بعض تو شائع ہو چکے ہیں ابھی کچھ باقی ہیں یہ سلام بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

خاکسار حیدری

تھے حملہ ور جو امامِ انام چار طرف
وہ رن پڑا کہ ہوا قتل عام چار طرف

تڑپ رہے ہیں پس و پیش راست و چپ اعدا
چمک رہی ہے علیؑ کی حسام چار طرف

نبی کی آل پہ یہ ظلم کیا قیامت ہے
برہنہ سر ہیں حرم فوجِ شام چار طرف

صدائے ہائے حسینا ہے شش جہت میں بلند
غمِ حسینؑ کا ہے اہتمام چار طرف

بروزِ حشر شہِ دیں سے داد پائیں گے شاؔد
پھریں گے پڑھتے ہوئے یہ سلام چار طرف

حضرت جدی علام مولوی شفیع احمد صاحب محوؔ مرحوم بدایوں کے ان مایۂ ناز شعراء میں گزرے ہیں جن پر بدایوں بجا طور پر عرصہ تک ناز کرے گا آپ حضرت امیر مینائی کے شاگرد رشید تھے۔ ہمارے پاس مرحوم کے اپنے قلم کی لکھی ہوئی ایک غزل ضعیفی کی حالت میں کاغذات میں مخلوط مل گئی ہے جو پیش کش ناظرین ہے۔

خاکسار

حیدری

غزل

یاعلی کفار میں اک شور محشر کردیا
آپ نے جب نعرۂ اللہ و اکبر کردیا

بخشدی شاہی کرم جس بے نوا پر کردیا
اک نگاہ مہر جس پر کی تو نگر کردیا

نور کا جلوہ کسی عنوان سے مجھپر کردیا
تیرگی قبر کو مولا سے باہر کردیا

واہ کیا ادنے کو اعلی کے برابر کردیا
اپنا بندہ کہہ دیا ہمنا ستیں قنبر کردیا

دل کھنچا جاتا ہے میرا تو دیکھو دستوئے نجف
تم نے کیا اعجاز یہ اسے بندہ پرور کردیا

مرحبا صد مرحبا اے زور بازوئے علی
کوہ تھا پر کاہ دم میں باب خیبر کردیا

آفتاب حشر دیکھوں گرمیاں اسکو دکھا
سایہ دامن کا مرے مولا نے مجھ پر کردیا

میکشو دوڑو ہوا ہے ساقی کوثر کا فیض
فی سبیل اللہ سارا حوض کو تر کردیا

پہلے کیسہ تعبیر نبی خانہ تھا اب ہے یہ نجف
جب سے مولا آپ نے دلمیں مرے گھر کردیا

تھا اگر اعجاز محبوب خدا شق القمر
رجعت خورشید تم نے بندہ پرور کردیا

ہے رسالت غیر ممکن بعد ختم المرسلین
اس سبب سے تم کو بازوئے پیمبر کردیا

حشر میں میرے بڑے کام آئی حب اہلبیت
دامن آل عبا نے سایہ مجھ پر کردیا

جان دیکر کی حفاظت دین کی شبیر نے
سر کٹا کر آپ نے یہ معرکہ سر کردیا

محو یاد ساقی کوثر میں روئے اسقدر
دیدۂ گریاں کو اپنے حوض کوثر کردیا

بعد مردن کام آئی الفت آل علی
محو اس مشعل نے مرقد کو منور کردیا

[illegible]

نعت

منشی ثقلین احمد سلمہ اللہ تعالے دور حاضر کے ان چند مخصوص شعرا میں سے ایک ہیں جو نعت و منقبت لکھنے میں صرف مشق ہی نہیں رکھتے بلکہ پر گو اور خوش گو ہیں ذیل کا سلام میری لخت جگر وفا رحیبا بیگم سلمہا کے تقریب بسملہ خوانی کے سلسلہ میں جو جلسہ نعت بدایوں ہوا تھا اس میں پڑھی گئی تھی۔ (حیدری)

روز محشر ساقی کوثر کا جام اونچا رہا
حشر میں بھی انکے متوالوں کا نام اونچا رہا

عرش پر تخت شہ عالی مقام اونچا رہا
یعنی جو اونچا تھا اوس کا انتظام اونچا رہا

میکدہ میں پو نتو ہر عالی مقام اونچا رہا
جس کا ہاتھ اونچا تھا سب سے اوسکا جام اونچا رہا

ماہ کامل ہے کف پائے امام اونچا رہا
یہ وہی ہیں جن سے دور صبح و شام اونچا رہا

کربلا والے کے صدقے اوسکا نام اونچا رہا
عرش پر بھی کربلا ہی کا مقام اونچا رہا

راہِ حق میں جو کیا جس نے وہ کام اونچا رہا | اور جس نے جان دے دی اوسکا نام اونچا رہا
حشر ہی پر منحصر کیا ہے مدام اونچا رہا | ہر جگہ آلِ محمدؐ کا غلام اونچا رہا

پیشِ داور ہر ثناخوانِ امام اونچا رہا
آج بھی لیکن منور کا سلام اونچا رہا

ریویو بسلسلہ سوانح حیات شہدائے کربلا جمعیت خدام عزا لکھنؤ کا بارھواں شاہکار "عبائر الانوار" مولفۂ لسان الملۃ والدین زبدۃ العلما حضرت مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ دام مجدہٗ ہمارے دفتر میں بغرض نقد و تبصرہ آیا ہے کتاب مذکور کے مولف علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہیں آپ کی خامہ کش دینی تبلیغ ہر طرح لائق تحسین و آفرین ہے۔ باوجود کثرت مشاغل آپ برابر تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے ہیں اور ہم بلا تکلف یہ کہنے کیواسطے تیار ہیں کہ ابتک کوئی تالیف یا تصنیف آپ کی ایسی نہیں دیکھی گئی جس نے اپنے اور پرائے سے داد حاصل نہ کرلی ہو "عبائر الانوار" میں ایک اختلافی مسئلہ پر محققانہ انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے اور ساتویں صدی سے اسوقت تک کے ان مشاہیر علما، اہلسنت و شیعہ کے اقوال جمع کئے ہیں جنھوں نے عروسی حضرت قاسم علیہ السلام کو واقعۂ کربلا کا اہم ترین واقعہ تسلیم کیا ہے۔ مقلد ہونے کے اعتبار پر تو ہم بھی خاندانِ اجتہاد کے فرامین کو دیدہ و دل میں جگہ دینے والے ہیں لیکن جناب مولانا آغا مہدی صاحب دام مجدہٗ کی اس تحقیق و تفتیش نے ہماری برسوں کی خلش کو دور کر دیا ہم مولانائے موصوف کو اس کامیاب ترین تالیف پر مبارکباد دیتے ہیں۔ اور ان تمام حضرات سے خواہش کرتے ہیں جو عروسی حضرت قاسم علیہ السلام کے متعلق سیر کن بحث دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ اس گرانقدر تالیف سے جلد از جلد فائدہ حاصل کریں ورنہ اندیشہ ہے کہ اشاعت آیندہ کا انتظار کرنا پڑے گا اس کتاب میں فاضل مولف نے اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں دیا ہے صرف تقریبًا ۔۴ مشاہیر علما، کی عبارات و تحریرات مع اسناد نقل کی ہیں علاوہ سرورق ۔۴ ۲ صفحے کی بڑی تقطیع کی کتاب ہے۔ لکھائی چھپائی اچھی ہے کاغذ اس گرانی کے زمانہ میں جیسا بھی مل سکا ہے وہ غنیمت ہے ان سب باتوں کے باوجود ہدیہ مع محصول ڈاک صرف ۱۲ ہے جو یقینًا بہت کم ہے۔

خاکسار ۔ حسن افضل بدر (چیف ایڈیٹر اسلامی دنیا)

"شہید انسانیت" سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی ۶۱ تا ۱۳۶۱ھ کے سلسلہ میں ادارہ کی جانب سے سالگذشتہ وہ عظیم الشان رپورٹ شائع ہوئی تھی جس میں جلسہ ہائے لکھنؤ کے جلسہ ہائے یادگار کی

ملک رومداد تھی۔ کثرت موانع کے باوجود اس رپورٹ کا شائع ہونا حقیقتاً حضرت سید العلما دام ظلہ العالی کی پرخلوص کوشش کا نتیجہ تھا۔ اس عرصہ میں ادارہ یادگار اصل کار سے غافل نہ رہا اور بالآخر ایک ضخیم جلد "شہید انسانیت" کے نام سے شائع کر دیا۔ اس کتاب میں علاوہ ٹائیٹل کے ۷۱۲ صفحے ہیں۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی سب دیدہ زیب ہے اور ۴۴ عناوین پر سیر کن مواد فراہم کیا گیا ہے۔ ان عناوین پر کیا کیا بحثیں ہیں یہ تو دیکھنے سے تعلق ہے لیکن جناب سید العلما دام ظلہ العالی کا اس کتاب کی تیاری میں پورا انہماک اسکے بہتر سے بہتر ہونیکا ضامن ہے۔ ادارہ علیہ نے ہم سے خواہش کی ہے کہ اس کتاب مقدس پر ریویو کیا جائے اور آخر ذی الحجہ تک اپنی رائے سے ادارہ کو مطلع کر دیا جائے۔ یہ بہت دشوار ہے اپنی گوناگوں مصروفیتوں اور مسلسل ناسازی مزاج کے باعث میں اس کتاب کے مطالعہ میں سقدر وقت صرف نہ کر سکا جتنا کرنا تھا اکرنا چاہئے تھا۔ ابھی ایک ثلث کتاب کے قریب پڑھ سکا ہوں اور جس جس امر کے متعلق مجھے عرض کرنا ہے اصل کتاب پر میں نے پنسل سے نشان لگا دیا ہے اور جس قدر جلد ممکن ہوگا کل کتاب پڑھ کر اپنی ناقص رائے سے ادارہ کو مطلع کروں گا اور اگر ضرورت ہوگی تو ناظرین اسلامی دنیا کی اطلاع کی غرض سے ایک مقالہ شائع کر دونگا! اس کتاب میں اکثر ان حضرات کے بیانات کے بھی اقتباس ہیں جنھوں نے لکھنؤ کے جلسہ یادگار میں تقریریں کی ہیں نظمیں یا مقالات پڑھے تھے لیکن میرے بیان کا کوئی اقتباس مجھے اس سلسلہ میں نظر نہ آیا۔ جسکا افسوس ہے! اور زیادہ افسوس اس بنا پر ہے کہ تمام مقرریں سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں زحمت میں نے بھی اٹھائی تھی۔ میرا بیان جو رپورٹ میں شائع ہوا ہے وہ تقریباً اکثر مقامات سے مسخ کر دیا گیا ہے بعض مقامات پر تو ایسی بید ردی سے کام لیا گیا ہے کہ میری زبان بدل دی گئی۔ اور میں اپنے اس بیان کو اسلامی دنیا کی اشاعت آئندہ میں ضروری اصلاح اور اپنے نوٹ کے ساتھ ہدیہ ناظرین کروں گا "شہید انسانیت" میں سیکڑوں عناوین پر بحث ۳۰ اہل قلم کے تعلمی اور دماغی کاوشوں کا نتیجہ ہے جسمیں سب سے زیادہ حصہ حضرت سید العلما دام ظلہ العالی کا ہے آپکے حصہ میں ۱۲۷ صفحات میں سے ۴۰۷ صفحے آئے اور کمال یہ ہے کہ کتاب اگرچہ خود آنجناب کے مرتب و تالیف فرمائی ہے لیکن جن صاحب قلم کی عبارت نقل کی گئی اس خوبی اور حسن کے ساتھ کہ پتہ نہیں چلتا کہ اصل کتاب ہے یا مختلف حضرات کے زور قلم کا مجموعی نتیجہ ہے۔ جناب سید العلما دام ظلہ کی زحمت کا اندازہ ہر شخص کو نہیں ہو سکتا ہے۔ ہر شخص کو پتہ نہ چل سکے گا۔ اگر جناب خود ۱۲۰ کے بجائے ۷۰۰ صفحے لکھنے تو شاید اسقدر زحمت نہ ہوتی۔ کسی مقام پر مطلب کو خبط ہونے دینا۔ اصل صاحب قلم کی عبارت کو برمحل ایسا درج کرنا کہ یہ معلوم ہو کہ مسلسل ایک ہی صاحب قلم کی عبارت ہے یقیناً اردو انشا پردازی کا معجزہ ہے۔ اگرچہ کتاب ایک محدود تعداد میں اور مخصوص ایڈیٹوریل بورڈ کے ارکان و منتخب اہل قلم کے واسطے شائع کی گئی ہے تاکہ نظر ثانی کے بعد دوبارہ اشاعت کے موقعہ پر اس سے بہتر نمونہ پیش کیا جا سکے لیکن پھر بھی شائقین کیواسطے ادارہ یادگار سے صرف ۲ روپیہ علاوہ محصول قیمت ادا کرنے پر یا وی پی کے ذریعہ سے طلب کرنے پر دستیاب ہو سکتی ہے دیر میں درخواست کرنے سے غالباً مایوسی ہوگی۔ خاکسار۔ محمد لقا علی حیدری واعظ و سرپرست اسلامی دنیا

teachers in Jaipore state are given low pay or otherwise. He has not mentioned that Sir Mirza's remarks were about all teachers in Schools in India If I am not mistaken I can in fer from the contents of the letter under review that the author does not belong to Vaisya community as he has criticised the mentality of a Sahukar While I was myself a student I used to see several of my School fellows being privately taught by teachers belonging to Chh. tri class very few Brahman teachers—who used to teach boys in the mornings and evenings, and most of them had very little care for the culture of their students They were always found looking at their watches and I occasionally found them eager to go to the other place where they had their other private pupils with out the least consideration of the need and requirement of th s student who was dismissed with his work unfinished Generally the private tutors are engaged by students who are weak and who want to get through at their School examinations irrespeetive of their being rich or poor This is why they suffer when they appear for the Departmental Examinations.

Indeed if the teachers in general-pay due attention to their duties and be satisfied with the renumeration the get they can show still better results and this bad habit of private tution may cease altogether and no student should ever boast that he is taught privately by Mr so & so and the result will be quite evident. The idea that the private tutor will help his pupil in getting through the periodical examination will be put to an end and all students will work hard and see still better results. We are 6 brothers all Educated 3 being graduates 2 LL B None of us has ever had a private tutor although we had sufficient means My cousins and other relations are all Educated persons About a dozen M A's I have got in my family and none of us has ever had a private tutor Some of my relations are in Educational Department and indeed they consider private tuition as a disgrace to a School master or a College Frotesser It is quite evident that after a full days work a teacher must take some rest. He must get time to attend to School or College games as wel. and after all he must get time to prepare himself to teach his class the following morning His Social and family engagements being extra. It will be mere absurdity to expect a man to do all this with some private tuition as well, as in that case every thing will be spoiled.

ection with a teachers meeting held at Jaipur about the same time and which was presided over by the Premier.

I was really touched with the impertinent criticism and came to the conclusion that the poor teacher who had not the Courage of giving his name hardly possesses the character of a teacher who should be expected to teach his boys the true meaning of morals even. He may be a poor teacher-low paid. I mean but he should not be too bold to pass irrelvant and impertinent remarks on a Gentleman who is in possession of high Educational qualification and who has sufficient experience of hundreds of teachers with their different grievances. He knows very well that only rich persons engage private tutors and he also knows the reasons for that. This teacher from Meerut is either a new recruit to the Educational Department and does not therefore seem tobe satisfied with his present pay or there is some one else behind the screen who had not the courage of giving his name and correct address for one reson or the other Unfortunately it was Sir Mirza who presided over that meeting and our friend was not contented or satisfid whith his remarks which were totally made in good faith and in the interest of both the teachers and the students. If the president had been Seth Natoo-Mal we would have seen in the Hindustan Ttimes and other similar papers pages upon pages praising the ability and high mindedness of the advisor.

Is that not the very mentality which should be condemned by all resonable persons? This teacher from Meerut himself draws a conclusion from Sir Mirza's remarks and very impertinently says that it is incorrect. I must say that all this is incorrect No teacher from Meerut was present in the meeting at Jaipur and a teacher in U P has had nothing to do with the remarks passed by the premier of a native state in Rajputana A teacher from Jaipore who had any thing to say against the remarks could have been justified in critising the Premier and he would have been welcomed if his remark or criticism would have been innocent not prejudiced but a teacher from Meerut has not got this right too. He can not be in a position to judge whether

and full time to do this subject full justice or I could fill large books on the theme.

Certainly the Moulvi Sahaib has plenty of scope for his good works here in the Malaysia as there are 50 millons Muslim subjects here mostly Sunnis all willing to give such a good teacher and zealous Missionary as the Moulvi Sahib a hearing. He is the most fearless and unbigotted Muslim Teacher that has visited Malaya and without uttering a word, his mode of life, and spiritual goodness, would alone in themselves invite converts

In conclusion, may God cast his blessings on my respected friend and tutor Moulvi L. A. Haidari for helping me and showing me the way to the only true Faith, the only Faith which common sense and reason can justify ie:—

There is but One God and Muhammed is his ordained and Holy Prophet. **ALLAH O AKBAR**

Religion should inspire among its adherents peace of mind brotherlines amity, and purity of heart thereby forcing atheists and non believers to think deeply.

Islam teaches chastity, meekness cleanliness love of humanity, abstemiousness self abnegation, equity, and is the only faith worth following **ALLAH O AKBAR.**

SD: HUSSAIN WELLS.
Singapore Shawal 15th 1346 A. H

The Editor

The Islamic World Budaun.

Sir,

I shall be grateful to you if you would kindly publish the enclosed in your esteemed paper.

yours faithfuly
Mujtaba Mirza Kazimi
Farrash Khana Delhi
16 11. 44.

Hindustan Times of monday Octr. 16th 1944.

Under head "Letters to the Editor we found in the above paper an annony mous letter from a teacher of Meerut criticising the remark made by Sir mirza Ismail Premier of Jaipur in Conn-

"Independence comes to a wise man through knowledge, and to a fool through wealth".

So to be absolute independent from the lure of so called Western Civilisation we must have a true ideal, a real and thorough knowledge of our Creator, a true conception of his Power and Mercy and a meet knowledge of our humbleness and thankfulness to him.

ISLAM is a true and natural religion.

Years beofore when I participated in that ghastle shambles "THE GREAT WAR" and when I was gradually slipping away from Christianity I decided my religion would be one of "Thankfulness" Thankful that God had seen fit to guard me safelythrough "Arm–mageddon" and what so ever I did afterward would be based on that.

To lead a pretty straight life give every body a square deal and to play the game and believe in one God.

I attended a lecture the other day in the Singapore Town Hall, given by the learned and reverend gentleman Moulvi L. A. Haidari (May God grace his every effort.)

He certainly proved one or two salient points of Islam, in a most fearless and uplifting speech as per example.

"Every man, believing in one God, and living a righteous life to the best of his ability, that is to say, thankful to a Creator and doing his best to show his thanks is naturally a Muslim, therefore it follows that down through the ages, all those Godly men or prophets such as Abraham, Moses, Jesus etc were Muslims, also proving that Islam, then is the religion of that great and wonderfull brotherhood Mankind right from the beginning of the Dawn of our World.

The unity of God was another point clearly proved by the learned Moulvi Sahib.

How can God, who is omnipotent and all powerful be omnipotent etc etc if he has parts or sons thereby sharing his power with some–one else. (impossible) But I have not the space

It is also a democratic faith, there is absolutely no difference between man and man socially, and it teaches that mankind is one Great Brother-hood.

In the western world, where gross materialism reigns supreme very little is thought of duties and disciplinary measures due to a righteous and just God.

It seems to be the policy there "Every man for himself, and the devil take the hindmost" in the mad, ugly scramble for Dollars.

In the two great countries of Christianity, America and Great Britain, there are nearly as many divorces as marriages, simple family life is conspicuous by its absence, Prostitution tears its ugly head unabashed and naked, and sad to relate, illegitimacy is allowed to go unpunished. All of those traits are entirely absent in Islam.

Also Islam is not for any priveleged nation or caste but for all mankind, be he a Jew, Gentle, Arab or Pagan, baptised or unbaptised, black or white, The Holy Quran says "Rab-ul-alameen." Lord of the Worlds.

Yes, there is food for all, at Islam's bountiful table, soul satisfying manna for the soul hungry. Spiritual rest for the seeker after Truth. This pomp and splendour of the Western World is just a passing show, which is apt to mislead mankind into thinking of it as the same of progress, and Civilisation. Material progress, no one can deny.

But, alas, that does not give real happiness, our span of life upon this sphere is but a short one and it's a thousand pities, should it be wasted and given entirely up to present pleasures, when by embracing Islam, and conforming to its simple doctrines faithfully, one is assured of a place in heaven; that real heaven of treasure and happiness.

Our Holy Imam Ali (God rest his soul) stated: "DO NOT BE A SLAVE TO ANOTHER" What is the good of the profit, which is gained through voice, and prosperity is nothing. (meaning materially).

diverse opinions, creeds, theological disagreement and absolute un-belief and public antipathy.

Worldly pomp, political power, and greed, and psuodo worshipping, has taken the place of meekness, charitableness, and true submissiveness to God. Therefore men have nothing substansive to catch hold of no helping hand.

I see the gradual submergence of the Christian people, from their Faith, into the pit of stagnationand spiritul ruin, through their supreme folly, in allowing thoughts of mere worldly things to supersede things appertaining to the soul.

Islam must be lived, Certain hard and fast rules are laid down which Muslims (in the majority) strictly adhere to, such as the five times of prayer, pilgrimage to Mecca, Ramazan, giving of alms etc, of which all have reasons, it stands to all common sence, therfore, that the average Muslim must think more of God than the average Christian, who is content to go to Church once per week and sit drowsily listening to a discourse, whilst most probably he is thinking how the stocks and shares are on the market.

"Islam" The word itself means one who is submissive to the will of God. Not as Christians believe, made in the image of God, thereby implying a near equality with God,

Man, should be duly impreosed by the Majesty of God, His Omnipotence, His bountiful and abundant mercy and know that God will punish all evil and bless all good. Each individual must be made to feel, he or she, is directly responsible to God for his or her actions, and not to think, "Oh well. Christ has shed his blood for mankind," and thereby making that, a sort of salve for guilty conscience.

Islam makes sin a thing acquired by man and not born with him, as an evil heritage

It teaches, that man must exert himself and not take too much for granted. It certainly creates in each a sense of responsiblity which Christianity certainly does not.

THE ISLAMIC WORLD
BUDAUN. U. P.

Vol. 8 | November 1944. | No. 3

WHY I EMBRACED ISLAM.

by

HOSAIN WELLS. *

Why does a hungry man demand food? Because he is hungry. Exactly, that is why I joined the ranks of the Faithful, because I was hungry.

Hungry for what? For the Truth. For long years, have I, a supposed Christian felt dissatisfied with Christianity, as a Religion of real comfort and sustenance.

Not being a Theologian I do not wish to probe deep into the differences of Muslim versus Christian theology, but to try and express myself clearly and lucidly upon my reasons for becoming a Muslim.

Let us dear reader, just take a look round the many countries and cities of this world, both Christian and Mohmamadan and what do we see? To an observing eye, Christianity on the wane, and Islam gradually, but surely, gaining foremost place (which in time must be inevitable). It stands to reason, when we see a world turned topsy turvey, by a people gone mad seeking worldly pleasures and running after financial gain with absolute no thought of the life hereafter. There must be something wrong

What is the reason? It is this. The religion of Christianity is going back ward instead of forward. The Christianity of the Prophet Jesus' time is no longer on this earth to-day. Its simplicity has become lost in the maze of contradictory dogmas,

*Mr. William wells, a Canadian gentleman joined the ranks of Islam at Singapore in 1928. He was a harbour officer drawing over a thousand dollars per month. He is working as a muslim missionary in occania (*Editor.*)

Regd. No. A. 378.

UNDER THE KIND PATRONAGE OF

HIS HIGHNESS, AMIRUL OMARA NAWAB SIR WASIF ALI MEERZA BAHADUR K.C.S.I., K.C.O.V.,

NAWAB BAHADUR OF MURSHIDABAD,

THE ISLAMIC WORLD

BUDAUN. U. P.

Vol. 8. | NOVEMBER 1944. | No.—3.

ANNUAL SUBSCRIPTION.

INDIA	RS. 6/-	SINGLE COPY (INDIA)	-/10/-
			sh. d.
FOREIGN	RS. 8/- or 10 sh.	FOREIGN	1/- or 1.

CHIEF EDITOR
H. A. Badr.

MANAGER & PUBLISHER
ALI ASHRAF
Kazi Tola, BUDAN.

Printed by L Ram Saran Lal Rastogi at the Shanti Press, Budaun